لولاکؑ
چندربھان خیالؔ کی شاہکار نعتیہ نظم کا تجلیلی اور تنقیدی جائزہ
تدوین تشریح اور تجزیہ
ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

تدوین تشریح اور تجزیہ

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

نعت ریسرچ سینٹر

ہمارا نصب العین ! نعتیہ ادب کا فروغ

کتاب : لولاک

شاعر : چندر بھان خیالؔ

تدوین و شرح : ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

مطبع : مہر گرافکس اینڈ پبلشرز فیصل آباد

اشاعت اوّل : 2025ء کراچی

تعداد : 500

صفحات : 184

قیمت : 800

ISBN: 978-627-7895-03-7

شائع کردہ

B-306، بلاک 14، گلستانِ جوہر، کراچی۔

فہرست

رو میں ہے رخشِ عمر

نام	:	سیّد تقی حسن عابدی
ادبی نام	:	تقی عابدی
تخلص	:	تقی
والد کا نام	:	سیّد سبط نبی عابدی (مرحوم)
والدہ کا نام	:	سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
مقام پیدائش	:	دہلی (انڈیا)
تعلیم	:	ایم بی بی ایس (حیدرآباد، انڈیا) ایم ایس (برطانیہ) ایف سی اے پی (امریکہ) ایف آر سی پی (کینیڈا)
پیشہ	:	طبابت
ذوق	:	شاعری، ادبی تحقیق وتنقید
شریکِ حیات	:	گیتی
اولاد	:	دو بیٹیاں (معصوما اور رویا) دو بیٹے (رضا و مرتضیٰ)
تصانیف	:	''شہید'' (1982)، ''جوشِ مودّت''، ''گلشنِ رویا''، ''رموزِ شاعری''، ''عروسِ سخن''، ''اقبالؔ کے عرفانی زاویے''، ''انشاء اللہ خاں انشاءؔ''، ''تجزیہ یادگارِ انیسؔ''، ''اظہارِ حق''، ''مجتہدِ نظم مرزا دبیرؔ''،

''طالعِ مہر''، ''سلکِ سلام دبیرؔ''، ''مثنویاتِ دبیرؔ''، ''ابوابِ المصائب''، ''مصحف فارسی دبیرؔ''، ''ذکر دُرباراں''، ''کائناتِ نجمؔ''، ''روپ کنوار کماری''، ''دُرِ دریائے نجف''، ''فکرِ مطمئنہ''، ''خوشۂ انجم''، ''دُربارِ رسالت''، ''تاثیر ماتم''، ''نجمی مایا''، ''روشِ انقلاب''، ''مصحفِ تغزل''، ''ھوالنجم''، ''تعشقؔ لکھنوی''، ''ادبی معجزہ''، ''غالبؔ دیوان نعت و منقبت''، ''چوں مرگ آید''، ''دیوانِ رباعیاتِ انیسؔ''، ''سیدِ سخنؔ''، ''دیوانِ غالبؔ دہلوی'' (فارسی، ایران ایڈیشن)، ''کلیاتِ غالبؔ فارسی'' (دو جلد، اُردو)، ''فیضؔ فہمی''، ''مطالعہ دبیرؔ کی روایت''، ''اُردو کی دو شاہکار نظمیں''، ''انتخاب مراثی دبیرؔ''، ''رباعیاتِ رشیدؔ لکھنوی''، ''فیضؔ شناسی''، ''مسدس حالیؔ''، ''کلیاتِ حالیؔ''، ''حالیؔ فہمی''، ''بچوں کے حالیؔ''، ''حالیؔ کی نظمیں''، ''حالیؔ کی نعتیہ شاعری''، ''دیوانِ سلام و کلام انیسؔ''، ''کلیاتِ سعید شہیدیؔ''، ''امجدؔ فہمی''، ''گلزارؔ کی تخلیقی صنف تروینی تشریح و تجزیہ''، ''باقیات و نادرات فیضؔ احمد فیض''، ''بُرج شرف''، ''منشی بال مکند بے صبر''، ''مطالعۂ رباعیاتِ فراقؔ گورکھپوری''، ''گلستان ہند''، ''تعمیر بقا''، ''نند لال نیرنگؔ سرحدی: شخصیت اور فن''، ''دیوان فراق گورکھپوری کامل''، ''تقی عابدی کے مقالات کا بن''، ''دیوانِ باقیاتِ اقبالؔ''، ''گلشن نیرنگ سرحدی'' (کلیات تعمیرِ بقا کا انتخاب)، ''قرطاسِ امانت'' (باقرؔ امانت خانی کے چھتیس مرثیوں کا صحیفہ مع تجزیہ)

زیرِ تصنیف : ''حالیؔ کے قصیدے اور حالیؔ کے شخصی مرثیے''، ''تجزیۂ شکوہ جوابِ شکوہ''، ''فانیؔ لافانیؔ''، ''اقبالؔ کے چار مصرعے''، ''رباعیات بیدلؔ''، ''رباعیاتِ صادقین''، ''دیوانِ فارسی حالیؔ''، ''فراقؔ فہمی''، ''بیدلؔ فہمی''۔

چند نکات

''لولاک'' نظم کو پڑھنے اور اس کے اجمالی تجزیہ کے مطالعے سے پہلے ذیل کے نکات کو ذہن نشین کریں تو اس نعتیہ نظم کو سمجھنے میں مدد ہو سکتی ہے۔

ا : چندر بھان خیالؔ ایک پختہ مشق، قادر الکلام، اُردو کے عمدہ نظم کے شاعر ہیں۔ ''لولاک'' ان کا تیسرا شعری مجموعہ ہے اس سے پہلے ان کے دو نظم کے شعری مجموعے ''شعلوں کا شجر'' اور ''گمشدہ آدمی کا انتظار'' عوام اور خواص میں مقبولیت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ چندر بھان خیالؔ، پنڈت رام کرشن مضطرؔ کے شاگرد ہیں اور پنڈت خود فراقؔ گورکھپوری کے شاگرد تھے اس طرح خیالؔ کا رشتہ فراقؔ سے بحیثیت دادا استاد کے معنوی رابطے سے برقرار رہتا ہے۔ چندر بھان ہندو دھرم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کا مذہب انسانیت اور ان کی شریعت انسانی قدروں پر مشتمل ہے۔

ہمارے برصغیر میں جہاں آج درجن بھر مختلف ممالک میں مختلف مذہبوں جاتوں اور ذاتوں کے لوگ بستے ہیں، نعت نگاری ایک پاکیزہ اور دلکش تخلیقی عمل سمجھا جاتا ہے چنانچہ تقریباً پانچ سو (500) سال سے زیادہ کا یہ تخلیلی سلسلہ جو مہاراج ایک ناتھ (پ۔۱۵۳۳ء) کے پہلے ہی سے شروع ہو کر سینکڑوں غیر مسلم نعت گو شعرا جن میں چندر بھان برہمنؔ، رام نراین، موزوںؔ، لکشمی ناراین شفیقؔ، چندو لال شاداںؔ، دیا شنکر نسیمؔ، کشن پرشاد شادؔ، رتن ناتھ سرشارؔ، درگا سہائے سرورؔ، دلو رام کوثریؔ، برج ناراین چکبستؔ،

تلوک چند محرؔوم، رگھو پتی سہائے فراؔق، کرشن بہاری نوؔر، ہرؔی چند، مہندر سنگھ بیدؔی، گلزؔار دہلوی سے ہوتا ہوا چندر بھان خیاؔل کے خیال کی زینت اور سکون بنا۔ غیر مسلم شعرا کا بنیادی لہجہ ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔

کنور سورج نراؔین سنہا کہتے ہیں ؎

محمد ﷺ ایک فرقے کے نہیں ہیں
محمد ﷺ رحمتِ العالمیں ہیں

ہرؔی چند کہتے ہیں

ع : اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

فراؔق گورکھپوری لکھتے ہیں ؎

معلوم ہے کچھ تم کو محمد ﷺ کا مقام
وہ امتِ اسلام میں محدود نہیں

مہندر سنگھ بیدؔی کہتے ہیں ؎

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں

چندر بھان خیاؔل نے کہا ؎

وہی ختم الرسل ﷺ جس نے دیا قرآن دُنیا کو
ملا تحریک سے جس کی نیا انسان دُنیا کو

ب : ''لولاک'' نعتیہ ادب کی منفرد تخلیق صرف اس لیے نہیں کہ اس کے مصنّف کا عقیدہ اسلام سے مختلف ہے بلکہ اس میں جس دیدۂ نظر انسانی، روحانی، اخلاقی اور سماجی زاویوں سے پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت کو دیکھا اور دکھایا گیا ہے وہ ہمیں دوسرے مقامات پر بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ شاعر کے گھر کا ماحول اُس کے قرب و جوار کا عالم اس کی دُنیاوی اور مذہبی تعلیم مسلم نعت نویسوں سے الگ ہے وہ جب چوتھی جماعت کا طالب علم تھا ایک چھوٹے

سے مضمون کے ذریعے ذاتِ اقدس ختمی مرتبت سے آشنا ہوتا ہے کہ کس طرح ایک فرشتہ صفت انسان نے تن تنہا عرب کے خراب ترین ماحول کو ایک مہذب پاکیزہ اور قابل خطہ رشک بنا دیا پھر اسی جذبے کے تحت کہ اُس کے ملک اور اس پر آشوب دور میں ایسی فکر اور تعلیم و تربیت سے معاشرہ سدھارا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر مطالعہ کر کے مطالب سے اپنی فکر کو روشن کرتا ہے جو بعد خلم کے ذریعے انسانی فکر کے قرطاس پر بکھیر دیتا ہے جو ''لولاک'' کی صورت میں فضاؤں کو معطّر کر دیتی ہے۔

شاعر نے اس نعتیہ نظم میں حضور ﷺ اقدس کی اخلاق و کردار سازی، تعلیم و تربیت سازی کے ساتھ ساتھ امت اور قوم کو انسانی اور پاکیزہ قدروں کو سکھانے اور ایک کامیاب معاشرے کا بنیاد گزار بتانے کی کوشش بھی کی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی حضور ﷺ اقدس کے جمال اور دیار کا ذکر نہیں بلکہ قرآن تائید کرتا ہے کہ آپ کے اخلاق عظیم ہیں اور آپ نیک پاکیزہ عبادت گزار مطیع چہیتے بندے ہیں۔ اس روشنی میں چندر بھان خیالؔ کی ''لولاک'' اصلاحی، تبلیغی اور مقصدی نعتوں میں شمار کی جا سکتی ہے جس سے معاشرے کی تربیت اور قوم کی سدھار ممکن ہے۔

ج : ''لولاک'' طولانی نظم ہے جس میں تقریباً ساڑے سات سو شعر چھے حصّوں میں نظم کیے گئے ہیں۔ شاعر نے اس نظم میں مضمون کے اُسلوب کی انفرادیت کے ساتھ ساتھ ہیّتی اور متنی تجربے بھی کیے ہیں، کیونکہ یہ نظم ہے اس لیے یہ تجربے شریعت شعر میں ناصرف جائز ہیں بلکہ مستحسن بھی ہیں۔ خیالؔ نے ''لولاک'' کو ایک بحر میں تصنیف نہیں کیا بلکہ مضمون کی نوعیت اور طمطراق کو پیش نظر رکھتے ہوئے چھے حصّوں کو چار بحروں میں رقم کیا، یہی نہیں بلکہ بحروں کی نغمگی اور غنایت کو دوبالا کرنے کے لیے بعض بحروں کے ارکان کو توڑ کر تکرار سے پیش کیا ہے۔

چندر بھان خیالؔ نے ''لولاک'' میں نرم، مترنم بحروں کا انتخاب کیا جو یہ ہیں۔ ''ولادت سے پہلے'' یعنی ''لولاک'' کے پہلے حصّے کو بحر ''رمل سالم محذوف'' میں تصنیف کیا۔ دوسرے حصّے ''ولادت'' کو بحر ''ہزج اُشتر سالم'' میں، تیسرے حصّے ''نبوّت'' کو بحر ''متدارک'' میں اور چوتھے حصّے ''ہجرت'' پانچویں حصّے ''جہاد'' کو بھی انہی اوپر بیان کردہ بحروں میں پیش کر کے آخری چھٹے حصّے ''نصرت'' کو بحر ''ہزج مثمن سالم'' میں تصنیف کیا ہے۔
اس نظم میں شاعر نے مصرعوں کے قافیوں میں بھی خصوصی التزامات کر کے جدّت پیدا کی ہے کیونکہ ہر بند دوشعر یا چار مصرعوں پر بنایا گیا ہے اس لیے پہلے دو مصرعوں کو مطلعے کا شعر جان کر اس کے نیچے کے دو مصرعوں کے قوافی دوسرے بند کے اوپر کے دو مصرعوں کے ہم قافیہ رکھّے ہیں۔ اس عمل سے مضمون میں وسعت، فن میں کشادگی اور مصرعوں میں سلاست و روانی پیدا ہوگئی ہے۔

د : جہاں تک زبان اور بیان کا تعلق ہے خیالؔ نے زبان سلیس، شگفتہ، سادہ دلکش اور عام فہم رکھّی ہے تا کہ عامی اور عالم اس طویل نظم کو نعت اور قاموس کے بغیر پڑھ اور سمجھ لے۔ چندر بھان اُردو، ہندی، سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی کے اُردو شاعری میں استعمال ہونے والے الفاظ سے واقف ہیں اسی لیے مفرّس اور معرّب الفاظ کو صرف مضمون کی نوعیت اور مصرعوں کی حیثیت کو نظم میں رکھتے ہوئے ان کے استعمال میں کفایت سے کام لیتے ہیں۔ ان کے پاس تراکیب اور مرکبات اضافی اور توصیفی نہ ہونے کے برابر ہیں جس کا فایدہ یہ ہوا کہ مصرعے ثقالت سے بچ گئے۔ خیالؔ کے مصرعوں میں روزمرّہ، محاوروں اور اسلوب میں تازگی نظر آتی ہے۔ وہ رائج الوقت زبان کا سکّہ چلاتے ہیں جس میں ہندی اور نرم سنسکرت کے کچھ رسیلے شبد بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ بعض تلمیحات اور اصطلاحات کا اس نظم میں ہونا لازمی

ہے اس لیے بہت اعتماد اور احترام سے ان کو برتا ہے۔ غارِ حرا ہو کہ غارِ ثور، اقرا کا ورد ہو کہ احکام الٰہی کا درس، معراج ہو کہ ہجرت کا سفر، مکّہ کی فتح ہو کہ خطبۂ آخر، جنگ بدر، خندق، خیبر اور غزوات کی عکاسی کہتی ہے۔

ے : ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شاعر کا کمال یہ بھی ہے کہ وہ کسی مضمون یا واقعے کو تشنہ نہیں چھوڑتے بلکہ اُسے تکمیل اور تسلّی کامل تک پہنچاتے ہیں اور اس طرح اس طویل نظم کے سب حصّے ایک دوسرے سے ایسے جڑ گئے ہیں جیسے ایک زنجیر کے حلقے جڑے رہتے ہیں۔

ھ : ''لولاک'' ایک بیانیہ خشک نظم نہیں بلکہ یہ شعری دلکشی اور فکری حُسن سے بھی مجہز ہے، مطالب میں واقعات کی صداقت کے ساتھ ساتھ حسن بیان کی لطافت مضمون کو دو آتشہ بنا دیتی ہے اور شاعر کے لیے دعائے خیر زبان پر آ ہی جاتی ہے۔

چندر بھان کا فن صنائع لفظی اور معنوی کے میدان میں فلک بوس ہو جاتا ہے۔ وہ صنعت تکرار، صنعت تضاد، صنعت مراعات النظیر صنعت جمع و تفریق سے معنی آفرینی اور طلسم فکری کا دَر کھول دیتے ہیں یہ سب عمل ان کی شاعری کا غیر اختیاری کرشمہ ہے جو عمدہ شاعری کی علامت بھی ہے اور اس کی دین بھی ہے۔

و : ''لولاک'' کے سفر میں شاعر کے مختلف تجربات اور تلازمات سے آگاہی ہوتی ہے۔ شاعر مضمون سے مضمون اور مصرع سے مصرع کو تراشتا اور نکھارتا ہے۔ جس سے معنی کے تہہ در تہہ سطروں سے زیادہ بین السطور مطالب روشن ہو جاتے ہیں۔ خیاؔل کا ایک خاص ہنر مصرعوں میں الفاظ کی نشست اور دو دو تین تین الفاظ کے گچھے ہیں جو انگوٹھی میں نگینوں کے مانند جگ

مگاتے ہیں ہمیں معلوم ہے یہ اختراع صنعت ہے جس کا نام نہیں جس طرح
دُنیا میں ہزاروں پھول ہیں مگر ان کے نام اور دام سے ہم واقف نہیں۔

ز : یہ سچ ہے کہ حضور ﷺ اقدس کی حیاتِ حسنہ لامحدود اور ہماری زبان محدود
ہے اس لیے ہی غالبؔ نے بھی کہا تھا کہ ہم مولائے کائنات کی ثنا اور ان پر
گفتگو اللہ متعال پر رکھتے ہیں کیونکہ وہی واحد الٰہ حضور ﷺ کے مرتبے کو
جانتا ہے۔

ہ : غالبؔ ثنائے خواجہ ﷺ بہ یزداں گزاشتیم
کان ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

ہم کیسے توقع کریں کہ حضور ﷺ اقدس کے گلستان کے رنگ وعطر کو چند
الفاظ میں نقش و پخش کریں۔

ح : ''لولاک''، پر تحلیلی، تجلیلی، تشریحی اور تفسیری کام بہت کم ہوا ہے ضرورت اس
پر تنقیدی اور تفصیلی کام کی ہے جو ہمارے اس گلوبل ویلیج اور اکیسویں صدی
کے سائنس کے دودھ کو پی کر بڑی ہونے والی نسل کے جوانوں کی ضرورت
بھی ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

خیر اندیش
سید تقی عابدی
ٹورنٹو، کینیڈا
۱۲/ جون ۲۰۲۵ء

زندگی نامہ

نام : چندر بھان
تخلص : خیالؔ
والد : شری کنجی لال بھاگوریا
والدہ : شریمتی اجودھی بائی
شریکِ حیات : رادھا خیال
فرزندان : سنگھرش، اتکارش، آکرش، نش کارش
تعلیم : بی.اے
زبان دانی : اُردو، ہندی، سنسکرت، انگریزی اور بندلی
پیدائش : 30/اپریل1946ء
مقام پیدائش : بابئی(Babai)، ضلع ہوشنگ آباد، مدھیہ پردیش
شغل : صحافت

اُردو اخبارات ''سویرا'' اور ''تیج'' میں بحیثیت سب ایڈیٹر
''قومی آواز'' نئی دہلی میں سینئر کرسپاونڈنٹ
(1983ءتا2006ء) تک،
چیف ایڈیٹر ہندی ہفتہ وار
"Times of India"،"Bhavya Bharat"

کتابیں:-

''شعلوں کا شجر'' (نظموں کا مجموعہ، 1979ء)

''گمشدہ آدمی کا انتظار'' (نظموں کا مجموعہ، 1997ء)

''کمار پاشی: شاعری اور شخصیت'' (1997ء)

''سلگتی سوچ کے سائے'' (مجموعۂ کلام، 2002ء ہندی میں)

''لولاک'' (حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر مبنی طویل نظم، 2002ء)

''صبح مشرق کی اذاں'' (مجموعۂ کلام، 2008ء)

''کلیاتِ کمار پاشی'' (2014ء)

''احساس کی آنچ'' (مجموعۂ کلام، 2015ء)

"Under The Sun" (انگریزی میں ترجمہ شدہ نظموں کا مجموعہ، 2019ء)

''تازہ ہوا کی تابشیں (مجموعۂ کلام، 2019ء)

انعامات واعزازات:-

مجموعۂ کلام ''تازہ ہوا کی تابشیں'' پر 2021ء میں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ ملا۔

مدھیہ پردیش حکومت کا اقبال سمّان (10-2009ء)

ساہتیہ اکادمی اور سیم سنگ انڈیا کا ٹیگور لٹریچر ایوارڈ (2010ء)

اتر پردیش اُردو ساہتیہ کمیٹی ایوارڈ

بین الاقوامی نعتیہ شاعری کانفرنس (ایرانی) کا خصوصی ایوارڈ

آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس ایوارڈ برائے قومی یکجہتی

نیوفینس ایوارڈ برائے ''لولاک''

دہلی اُردو اکادمی ایوارڈ برائے شاعری

مدھیہ پردیش اُردو اکادمی کا شعری بھوپالی ایوارڈ برائے شاعری

یوپی اُردو اکادمی ایوارڈ برائے شاعری

دیگر:-

دوسری عالمی اُردو کانفرنس (1988ء)، نئی دہلی کا اعزازی سکریٹری، دہلی اُردو اکادمی گورننگ کونسل کا دو مرتبہ ممبر نامزد، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، حکومت ہند کے وائس چیئر مین (2008ء سے 2011ء)، ایگزیکیٹو ممبر، ساہتیہ اکادمی، حکومت ہند نئی دہلی، کنوینر و ممبر، اُردو مشاورتی بورڈ، ساہتیہ اکادمی، حکومت ہند، نئی دہلی، ممبر، اُردو مشاورتی بورڈ، نیشنل بُک ٹرسٹ آف انڈیا، حکومت ہند نئی دہلی

ولادت سے پہلے

چندر بھان خیالؔ کی شاہکار نظم ''لو لاک'' سے مراد سیرتِ صاحبِ لولاک ﷺ، شاہِ لولاک ﷺ حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک سے ہے۔ ''لولاک'' مشہور حدیثِ قدسی ''لولاك لما خلقت الافلاك'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کہ ''(اے نبی ﷺ) گر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔''

خیالؔ نے اس تفصیلی نظم کو جو تقریباً آٹھ سو اشعار پر مشتمل ہے چھے ذیلی عناوین کے تحت لکھا ہے

ا۔ ولادت سے پہلے

ب۔ ولادت

ج۔ نبوت

د۔ ہجرت

ہ۔ جہاد

و۔ نصرت

اس طوالانی نظم میں شاعر نے ہیّتی تجربے بھی کیے ہیں چناں چہ یہ نظم ایک بحر نہیں بلکہ چار بحروں میں لکھی گئی ہے جب کہ اس نظم کے موضوعات کا تسلسل اور بہاو رواں دواں ایک ہی طرح کا ہے۔ مصرعوں میں بھی غنایت، نغمگی اور بیان و زبان کی گھلاوٹ اور شرینی کو مدنظر رکھتے ہوئے چند اقسام کے التزامات بھی برتے ہیں

جس سے نظم کے حُسن میں دلکشی بڑھ گئی ہے، یہ شعری ہنر بھی کہنہ مشقی اور قادرالکلامی کی دین ہے۔

خیاؔل نے اس نظم میں نئی نئی نادر ترکیبات سے رنگینی، معنی آفرینی اور لفظوں میں مہک بھردی ہے۔ شاعر چوں کہ اُردو الفاظ کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں میں مہارت رکھتا ہے اس لیے عمدہ عربی، فارسی، ہندی اور سنسکرت الفاظ کو مصرعوں میں ایسے جما دیتا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ، خیاؔل کسی بھی صورت نظم کے موضوعاتی خیال کو قربان نہیں کرتے بلکہ ہر گونہ الفاظ، تراکیب، محاوروں اور بیان کے اختراع سے خیال و معنی کو تخّیل کی بلندیوں پر سجا دیتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ چندر بھان خیاؔل کے دادا استاد، یعنی رام کرشن مضطرؔ استاد کے استاد فراقؔ گورکھپوری تھے جن کے اثرات ہم ان کی شاعری میں دیکھ رہے ہیں۔ فراقؔ نے اپنے مقالے ''اُردو کی عشقیہ شاعری'' میں برصغیر کے اُردو شعرا کو مشورہ دیا تھا کہ اپنی شاعری کو اپنی زمین سے جوڑ دو تا کہ شاعری کا درخت تنومند اور شاداب رہ سکے۔ اس لیے مقامی اور ہندی، سنسکرت کے نرم رسیلے شبدوں کو اپنی شاعری میں برتو، کب تک جیحوں، فرات، نیل، کوہِ قاف اور آہوختن، لیلیٰ و مجنوں کا ذکر کرتے رہو گے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اب برصغیر کے دریاوں، پہاڑوں، پرندوں، پھولوں، پھلوں کے رنگ و خوشبو سے شعری دیوان سج دھج کر رنگ و خوشبو بکھرنے لگیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ''لولاک'' کے پہلے حصّے ''ولادت سے پہلے'' میں عربی، فارسی ادب کی پُرحشم شان وشوکت سے لبریز تراکیب کے ہمراہ رسیلے شبدوں کی مالایں بھی مصرعوں کے گلوں میں گُل کاری کررہی ہیں۔

ع : پربتوں کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے سوکھے شجر

ع : بیچ میں بیٹھے ہوئے بے دست و پا شام وسحر

ع : اجگروں کی جیبھ ہوتی وشدھروں کی پیٹھ پر

ع : میمنوں کے منہ بندھے تھے مار کی زنجیر سے
ع : بیکراں بے انت دُنیاؤں کا یہ شمسی نظام
ع : عالمِ بالا نے بھی وا کر دیے رحمت کے باب

ب : لڑکیوں کی جانگھ سے لپٹا زنا کاروں کا خوف
تمبوؤں میں جاگتا ہر رات خونخواروں کا خوف

کعبے کے بتوں کو بھی مقامی رنگ دے کر لطفِ بیاں اور حقیقت کا سامان پیدا کیا ہے، ملاحظ کیجیے؟ یہاں شاعر نے کعبے کے دروازے سے جاتی آتی بھیڑ بھاڑ اور اُس خرافات کا ذکر بڑی عمدگی سے ان چار مصرعوں کے بند میں کیا ہے۔

سر پٹکتے خانۂ کعبہ کے وہ بوڑھے کواڑ
دیکھتے جب بُت پرستوں کی مسلسل بھیڑ بھاڑ

راج تھا راجہ ''ہبل'' کا اور دیوی ''نائلہ''
اپنے آنگن میں نچاتی حاکم و محکوم کو

یہ منظر کشی سہ بُعدی "Three dimensional" ہے۔

''لولاک''، فن پارے کا فن کار چندر بھان خیالؔ ایک عمدہ فطری قادرالکلام اُردو شاعر ہے جو غیر مسلم ہے یعنی اس کی تربیت اور تعلیم اسلامی خاندان اور مسلم معاشرے میں نہیں ہوئی وہ تو حضور اکرم ﷺ کی شخصیت اور ان کی سیرت کو اپنے اسکول میں ایک چھوٹا مضمون پڑھ کر جانتا ہے کہ عربستان کے اُس جاہلیت کے دور میں ایک ایسا بھی عظیم اخلاق و کردار کا فرشتہ صفت شخص پیدا ہوتا ہے جو پورے معاشرے کے ظلم و جبر کے رسومات کو خیر اور محبت کے اقدار سے بدل کر ایسا ماحول بنایا جس کے آگے بہشت بھی رشک کرنے لگی چوں کہ شاعر خود ایک نام نہاد آزاد

جا گیرداری اور غیر مساواتی طبقہ بندی نظام سے ہر روز دست و پنجے نرم کرر ہا تھا اُس کو ایک آزاد، حریت ساز، مساوات سے آشنا معاشرے کی تمنا تھی یعنی شاعر کو آدمیت کی تلاش تھی۔ ہم اس نعتیہ نظم کے ذیل میں دیکھتے ہیں کہ خیاؔل انسانی قدروں کو سجا کر نمایاں کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اسی لیے اس طویل نظم ''لولاک'' کے پہلے حصّے کے مطلع کو حضرتِ آدم اور آدمی کے امکانات سے آغاز کیا۔

حضرتِ آدمؑ سے پیدا ہوگیا جب آدمی
سمتِ امکانات میں بڑھنے لگا جب آدمی
تیرہ و تاریک لمحوں سے گزرنے کے لیے
آدمی کے راستوں میں رنگ بھرنے کے لیے
سینۂ صحرا میں ہر دم جگمگاتا تھا کوئی

علاّمہ اقباؔل نے کہا ہے ؂

آدمیت احترام آدمی　　　　باخبر شعر از مقام آدمی

آدمی جو احسنِ التقویم ہے جو تنہا خلیفہ اور اللہ کا زمین پر نائب ہے، جو دوسرے موجودات کی طرح کامل مجبور نہیں بلکہ مختار اور مجبور کی درمیانی کیفیت کا حامل ہے یعنی وہ خیر اور شَر دونوں راستوں کو اپنا سکتا ہے اسی لیے انسان خلقتِ عالم کا تنہا موجود ہے جس کا روزِ محشر سزا اور جزا کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ وہ انسان جو مسجودِ ملائکہ ہے اور جس کو سجدہ نہ کرنے کی نافرمانی میں عبادت گزار فرشتہ ابلیس بن گیا وہ انسان جس کے لیے کائنات بنائی گئی جس کی ہدایت کے لیے آسمانی صحیفے بھیجے گئے جس کی راہ نمائی کے لیے دُنیا کے ہر علاقے اور ہر زمانے میں پیامبر، نبی ﷺ اور رسول ﷺ بھیجے گئے جس کو فخرِ موجودات بنا کر شعور اور ادراک کی دولت سے نوازا گیا وہ حیوان سے بھی پست نظر آنے لگا۔

چندر بھان خیاؔل نے اس نظم کے پہلے حصّے جس میں چھیالیس (۴۶) بند

اور ہر بند میں دو شعر یعنی بیانوے (۹۲) اشعار ہیں حضور اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے دُنیا کی حالت اور خصوصی طور پر عربستان کے ماحول کی واقعہ نگاری اور منظر کشی کی ہے۔

شاعر نے تخلیقِ بشر سے حضرت ابراہیمؑ کے دور کی منظر کشی اور عکاسی کر کے حضرت ابراہیمؑ کے دور میں کعبے کی تعمیر اور پھر کعبے میں اصنام پرستی، عیش پرستی، عورتوں کی بے حرمتی اور رقص و شراب خوری کی محافل کا ذکر کر کے اس نظم کے حصّے کو حضور اکرم ﷺ کی ولادت تک جاری رکھا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ سے قبل دُنیا میں تیرگی، سناٹا، بے رمق شام و سحر، افسردگی، فرسودہ اور موہوم عقاید اور رسوم میں مقید انسان زندگی بسر کر رہا تھا۔

ہم یہاں چند مصرعوں کو جوڑ کر اُس دور کے زمان و مکان اور انسان پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان مصرعوں میں شاعر کا منفرد، انوکھا اور تیکھا اُسلوب قاری کے ذہن کے افق پر خطوط سے خاکے تراش رہا ہے۔ ذیل کے بند میں مکان اور زمان کی کیفیت کی منظر کشی دیکھئے جس میں مصرعوں سے سناٹے اور تاریکیاں برس رہی تھیں اور یہاں بے بس خوف زدہ انسان ہر موجود کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔

خلوتوں کی خاک میں لپٹے ہوئے دن بے قرار
اور سنّاٹوں کے آگے بے قبا شب شرمسار
اک طرف مبہم عقاید دوسری جانب فریب
بیچ میں بیٹھے ہوئے بے دست و پا شام و سحر

پربتوں کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے سوکھے شجر
ہنہناتی ، ہانپتی ، ہنستی ہوا کے دوش پر

اور ٹھنڈی ریت پر لیٹا ہوا تنہا بشر
چونک کر پھر سر جھکا دیتا کسی کے سامنے

اس منظرکشی کے لیے شاعر نے جدید تراکیب اختراع کیے ہیں جن کی معنی آفرینی تہہ درتہہ ہے۔''خلوتوں کی خاک''،''بےقباشب''،''بےدست و پا شام وسحر'' وغیرہ الفاظ کے ایسے گچھے یا خوشے ہیں جن میں خیال ومعنی کے سیم و ذر کے تارگندھے ہوئے ہیں اور یہ ہرقاری کی فکری ہنرمندی پرمنحصر ہے کہ کس قدر اُنھیں کھول سکتا ہے۔ یہاں مبہم مقاید کی دوسری طرف فریب ہے، پربتوں کی پیٹھ پر سوکھے شجر، اور ٹھنڈی ریت پر لیٹا ہوا تنہا بشر، دراصل فکری اور حسّی مطالب کے پیکر ہیں جو جلوہ نمائی کررہے ہیں۔

ایک خوش گوار اور انوکھی قدر جو خیاؔل کے اشعار میں نظر آتی ہے وہ مصرعوں میں الفاظ کا انتخاب اور ان کی باہمی نشست ہے جس کی وجہ سے نہ صرف مصرعہ چست ہو جاتا ہے بلکہ الفاظ کے جبلی آہنگ (organic rhythm) اور بحر کے آہنگ کی آمیزیش سے غنایت اور ترنم میں چند برابر اضافہ ہو جاتا ہے۔

جیسے، ذیل کہ دو جدا جدا مصرعوں میں ظاہر ہے۔ ایک مصرعے میں''ہ'' اور ''یا'' کی تکرار اور دوسرے مصرعے میں''ج'' کی تکرار صوتی امواج کی نغمگی کو لہروں میں بدل دیتی ہے۔

ع : ہنہناتی ، ہانپتی ، ہنستی ہوا کے دوش پر
ع : ہر جبل پر جلوہ گر جادو جمالِ عشق کا

شاعر کہتا ہے اُس دور میں ہر طرف بےبسی پھیلی ہوئی تھی، آدمی کا مزاج ریت کے ٹیلوں کے مانند بنتا اور بگڑتا تھا یہاں خوف و وحشت کا رقص گرم تھا ہر وقت خواہشوں کا ناگ اپنا پھن پھیلا کرنا چتا، روشنی کے نام پر فضا میں چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔غرض یہ تمام بےروح مناظر نے آدمی کو گھیر رکھا تھا۔ اس کی یہ بھی اہم

وجہ تھی۔

ع : منتشر بے ضابطہ بے مدعا سارا سماج

ع : ہائے پھیلا تھا جہاں میں بے بسی کا سامراج

ع : ہر طرف بے روح منظر آدمی کے سامنے

شاعر نے اشعار میں اصطلاحات، ترکیبات اور تجربات سے ایسی تصاویر نقش کی ہیں جو نہ صرف بصری احساس سے بلکہ صوتی اور لمسی احساس سے بھی درک کی جاسکیں۔

ع : ہاتھ میں پتھر لیے آواز کی بے چہرگی

ع : جلوتوں کے جسم پر جلتے ہوئے جوالا مکھی

مصرعے ثانی میں ''ج'' کی تکرار نے پورے مصرعے کو سُر وتال میں ڈھال دیا ہے، ان اشعار میں صنعت تجنیس اور کئی ایسی صنعتیں جن کے نام نہیں ہیں ہمیں اپنے ہونے کا پتہ دے رہی ہیں۔

ع : صبحِ صادق کے اجالوں کے معانی کچھ نہ تھے

ع : کوئی بھی واقف نہیں تھا شام کی تحریر سے

ع : ہر عمل جیسے بندھا ہو جہل کی زنجیر سے

شام کی تحریر اور جہل کی زنجیر کی وجہ سے ذہن ودل سہمے ہوئے تھے۔

''لولاک'' اس لحاظ سے بھی نادر اور منفرد ہے کہ یہ عام نظموں کا بیانیہ مزاج نہیں رکھتی، یہاں مصرعوں، فقروں اور شعروں میں سرتا پا تخّیل کارفرما ہے جہاں تہہ در تہہ معنی آفرینی کا نگار خانہ سجایا گیا ہے، تخّیل ایسے شاذ وکمیاب اور انوکھے الفاظ مصرعوں کی بحر میں بہا دیتا ہے جن کا احساس ہمیں حیرت کدے میں پہنچا دیتا ہے اور یہ کوشش فنکار پر ادبی دستار فضیلت پہنا دیتی ہے، چناں چہ قاری کے ذہن میں موجوں کی بے تابی سے گندھا ہوا طوفان امنڈ نے لگتا ہے اور یہ حالت اُس وقت

تک عمل پیرا رہتی ہے جب تک کے نظم کا مطالعہ جاری رہے۔ ہم اپنے اس ادّعا کو ثابت کرنے کے لیے مشتی از خروارصرف چند مصرعوں کو یہاں پیش کرتے ہیں جن کی تخیلّی اپج اور غیر رسمی مطالب کی تازگی سے مضامین نسیمِ بہار کی خنکی سے مشامِ عشق کو خوش گوار بنا رہی ہیں۔

دورِ جاہلیت کی عکاسی، منظرکشی، معاشرے کی فتنہ پروری، عیش وعشرت کی زندگی کو الفاظ کا لباس پہنا کر ظاہر کرنا تخلیقی ہنرمندی ہے جس میں تنقید کے کئی دبستانوں کے دروازوں کو کھولا جا سکتا ہے۔ یہاں مشاہدہ اور تجربہ تاریخ کے واقعات سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

ع : بھیڑ میں روتا کبھی ویرانوں میں گاتا سکوت

ع : اور کبھی آسیب بن کر سر پہ منڈ لاتا سکوت

اوپر کے مصرعوں میں صنعتِ تضاد بھیڑ، ویرانہ......روتا، گانا دیکھئے۔

سر پہ منڈلانا محاورہ اور آسیب معاشرے کی اساطیری سوچ کا حاصل ہے۔

آبشار کی آواز کو دل کی دھڑکن بتانا اور سرد سناٹے کو سانپ بنا کر سروں پر لہرانے کا عمل اساطیری داستانوں کے غیر حسّی نقوش سے تصویر کشی ہے۔

سرسراتا جب سروں پر سرد سناٹے کا سانپ
آبشاروں کے دھڑکتے دل بہت مغموم تھے

پہلے مصرعے میں ''سین'' کی سرسراہٹ نے تقریباً ہر لفظ میں ''سین'' کی آواز سے صوتی پہ جمالیات کا آہنگ چھیڑ دیا ہے۔ یہ عمل خیاؔل کی شاعری میں متعدد بار دلکشی کی صدا سے مکرّر بن کر نغمگی بکھیرتی ہے۔

شاعر یہ بتاتا ہے کہ اس دور میں یہ سب اس لیے ہوتا تھا کہ

ع : آدمی کرتا نہ تھا خوف و خدا میں کوئی فرق

ع : ظلمتوں کا رقص ہوتا ہر گلی ہر راہ میں

ع : سوچ کا سایہ سلاخوں کی سلگتی آنچ سے

ع : پانی پانی ہو کے بہتا پتھروں کی پیٹھ پر

یہاں ہر بات استعاروں کی ابہامی زبان میں ظلم و جور، خوف و درد کو ظاہر کرنے کے لیے علامتوں کے پیکر نصب کر دیتی ہے تب ہی تو آواز اشکوں میں غرق، غرب اور شرق جستجو کی جنگ میں منہمک، ہر راستے اور گلی میں ظلمتوں کا رقص دیکھتا اور سوچ وفکر کے جذبات پانی پانی ہوکر بہہ جاتے۔

خیاؔل نے انسانی معاشرے کی بے بسی، بے ظرفی، بے حیائی، بے حسّی دکھانے کی ہر طریقے سے کوشش کی ہے جیسے ذیل کے اشعار میں بھی سیدھی سادہ گفتگو بھی کی ہے۔

ع : بے تمدن آدمی تقسیم تھا اقوام میں

ع : بھول کر ساری نصیحت آبا و اجداد کی

کیوں کہ کئی پیامبر اور اوتار چرواہے تھے اس کی نسبت سے کہا گیا ہے۔

ع : کوئی چرواہا نہ تھا مہر و وفا کے روپ میں

ع : شَر کا نشّہ چڑھ گیا ہو جب ہر اک انسان پر

ع : اولیں نبیوںؑ کی باتیں کون دھرتا کان پر

ع : دھجیاں بکھری ہوئیں تھیں پرچم توحید کی

چندر بھان خیاؔل نے اس نظم میں بہت تازہ اور نو وارد الفاظ سے نئے نئے الفاظ کے فقرے اور ٹکڑے جوڑے ہیں وہ ایک ترقی یافتہ اور ترقی پسند زبان اُردو کے لیے اس صدی اور آئندہ آنے والی صدیوں میں قدر کی نگاہ سے تولے جائیں گے۔

ذیل کے چار مصرعے ہماری گفتگو کی مزید تائید کریں گے۔

ع : عقل کے بے شکل پیکر اجگروں کی پیٹھ پر

ع : سر کے بل بے حس کھڑے تھے وقت کی چٹان پر
ع : پیڑ کی پھننگی پہ بیٹھا لذتوں کا بھوت بھی
ع : میمنوں کے منہ بندھے تھے مار کی زنجیر سے

ان مصرعوں میں کس فراخ دلی اور دلکشی سے فارسی کچھ عربی اور مزید ہندی سنسکرت کے الفاظ سے اُردو شاعری کا سیندور بنایا گیا ہے جو اس کی مانگ میں دمک رہا ہے۔ بے شکل پیکر، وقت کی چٹان، پیڑ کی پھننگی، لذتوں کا بھوت، میمنوں کے منہ اور مار کی زنجیر وغیرہ شاعر کی اُردو کو تازگی کی دین ہے۔

شاعر نے ولادت سے پہلے کہ منظر نامے میں جاہلیت، گمراہی، فسق و فجور سے آلودہ معاشرے کی مختلف زاویوں سے عکاسی کر کے بتایا کہ اسی تاریک ماحول میں کچھ افراد کے اذہان میں فہم و مثبت فکر کی شمع جلنے لگی، دل آرزو کے مرکز بنّے لگے، عزم اور یقین کی روشنی سینوں میں بھرنے لگی، تحقیق، تہذیب اور تعلیم و تربیت کا رجحان پیدا ہونے لگے اور یہ سب لوگوں کو اسم اعظم کی تلاش شروع ہوئی۔ پھر کعبے کے بنیاد گزار اور توحید کے پاسدار کا ذکر یوں کیا۔

اور ابراہیم اترے دشت میں لے کر شہاب

ہاتھوں میں اُجلے صحیفے، ہونٹوں پر وحدت کے گیت
آدمی کے واسطے انسان کی عظمت کے گیت

شاعر جہاں بھی موقع ملتا ہے انسان کی عظمت کی نغمہ سرائی کرتا ہے وہ فہم کی جدت اور ترقی سے تجسّس کی قدم بوسی کرتا ہے اور انسان کے ذہن کو سلام کرتا ہے کہ وہ آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کر رہا ہے اور اسی انسان کی راہ نمائی کے لیے حضرت ابراہیم مینار نور بن کر آئے۔

چندر بھان خیالؔ نے حضرت ابراہیم کا تجلیاتی اثر جمادات، نباتات،

حیوانات اور مخصوص انسانوں پر بتایا ہے۔

حضرت ابراہیم کی ذات ان کے جذبات اوران کی حق پرست بات کا اثر دیکھئے

پتھروں کی بھیڑ میں گونجی صدا اک پیار کی
کفر سے انکار کی اور جرأتِ اظہار کی
اونگھتی سب رہ گزاروں نے بھی کی محسوس پھر
ہر نفس اک نرم نکہت نصرت و ایثار کی

شاعر کا کمال یہ بھی ہے کہ گفتگو استعاروں، اشاروں، علامتوں اور جدید پیکروں میں کر کے مطالب و معنی آفرینی کی جمالیات کا دفتر کھول دیتا ہے جس کے حسن کو سمجھنے اور معیار کو جانچنے کے لیے سائنٹفک تنقید کا سہارا کارآمد ہوتا ہے۔

جہاں فن کار کی نفسیاتی تنقید کے ساتھ ساتھ فن پارے کی جمالیاتی، سماجی اور علمی تنقید بھی ضروری ہے اگر ناقد اس عمل تنقید کو اپنا شعار بنالے تو اُس خاص مقامی زمانے کے ساتھ ساتھ تجزیاتی تنقید کا مثبت اثر ہمیشہ کے لیے برقرار رہتا ہے۔

ذیل کے مصرعوں میں جمال عشق کی روشنی، روشن متحرک استعاروں اور پیکروں میں نمایاں ہے۔جبل، جلوہ، جادو، جمال میں ''ج'' کی آواز صوتی حظ مہیا کررہی ہے۔اس پورے بند میں صرف آفتاب اور شہاب کے جو روشنی کے محسوس پیکر ہیں تمام تر اجالے غیر حسّی علامات اور اشارے ہیں جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے اس لیے کم ہے کہ اس نئے مضمون میں ترسیل کا روشن نظام موجود ہے۔حضرت ابراہیم کے پیغام نے تقلید کے بجائے تحقیق اور جستجو کی طرف اذہان کو موڑا جس کی وجہ سے مہمل عقیدے کمزور ہو گئے یعنی فضاؤں میں حق کی پکار اور زمین میں زم زم کے چشمے سے بہار کے آثار نمایاں ہو گئے۔

ہر جبل پر جلوہ گر جادو جمالِ عشق کا

ہر سمندر کی جبیں پر موج زن طوفانِ ہوش
جیسے روشن رفعتوں پر جستجو کا آفتاب
اور ابراہیم اُترے دشت میں لے کر شہاب

گرم تپتی ریت کے سینے سے پھوٹا آبشار
سو بہ سو سب کوہ وصحرا میں اذاں ہونے لگی
ماند سا پڑنے لگا مہمل عقیدوں کا شباب
اور ابراہیم اُترے دشت میں لے کر شہاب

اس پیامبر کے پیام سے مشرکوں، کافروں، روسیاہوں، نادانوں اور کج کلاہوں کے سر جھک گئے۔ شاعر یہاں علم کے مقابل جہل، عاقل کے مقابل ناوان، روشنی کے مقابل تیرگی اور روشن تمدن کی بات کر رہا ہے۔

شرک کی اونچی حویلی، کافروں کی عیش گاہ
اور نادانوں پہ اپنا راج کرتے روسیاہ
عقل کی آندھی کے آگے یوں ہوئے بے بس کہ بس
سر جھکا کر رہ گئے سارے بتانِ کج کلاہ

ع : تیرگی پر چھا گئی تھی عقل بن کر آفتاب

چندر بھان خیالؔ نے بتایا کہ حضرت ابراہیم کے روپ میں معاشرے نے ایک پیغام بر اور ایک سچا دین پا لیا جنھوں نے کعبے کی تعمیر کی جو بقول شاعر ایک اجلے تمدن کی بنیاد تھی۔ کعبہ گمراہوں کے لیے منزل تھا یہ تاریک دور میں آفتاب کی طرح درخشاں تھا۔

ہو گیا تعمیر اِس دُنیا میں گھر اللہ کا
مل گیا بھٹکے ہوئے لوگوں کو در اللہ کا

آدمی کی اجتماعی زندگی نے پالیا
ایک سچّا دین، اک پیغامبر اللہ کا

ع : کھل گئے صحن زمیں پر سوچ کے سمیں گلاب
ع : تیرگی پر چھا گئی تھی عقل، بن کر آفتاب

شاعر نے حق کے دین کو عقل سے اور نادانی کو گمراہی سے جوڑا ہے، اس نظم میں کعبے پر پھر جہل و گمراہوں کا غلبہ دکھایا گیا۔ خیالؔ نے نظم کا یہ حصّہ درد اور خوف سے بھرا دکھایا ہے۔ اس دور میں صنف نازک کے ساتھ حیوانی سلوک، جاہل قبیلوں کی دشمنی ان کی بدشعاری، بت پرستی، فتنہ سازی کی واقعہ نگاری اور منظرکشی کی ہے۔ ہم یہاں اُس پرآشوب دور جس کا مرکز کعبہ تھا مصرعوں کو جوڑ کر پیش کرتے ہیں۔

ع : پھر گئے اہلِ عرب توحید کی تعلیم سے
ع : خانۂ کعبہ کا ہر پتھر بنا اک دیوتا
ع : دامنِ خاکی میں اپنا منہ چھپائے روز و شب
ع : ایک بگڑے دین کا پرچم اُٹھائے روز و شب
ع : جانور کی عقل والے حکمراں طبقوں کا طیش
ع : ناچتا تھا خواہشوں کا ناگ دن ہو یا کہ رات
ع : لڑکیوں کی جانگھ سے لپٹا زنا کاروں کا خوف
ع : تمبوؤں میں جاگتا ہر رات خونخواروں کا خوف
ع : سر پٹکتے خانۂ کعبہ کے وہ بوڑھے کواڑ
مختصر یہ کہ ع : عصر وحشی ہو کے پاگل اونٹنی پر تھا سوار

ہم نے یہاں نظم کے چند بند سے کچھ مصرعے چن کر جما دئے ہیں، ہر پڑھنے اور سننے والا اپنی اپنی علمی فکری استطاعت سے مصرعوں کے اطراف حاشیوں میں یہ تصاویر کو دیکھ اور ان کی اَن کہی باتوں کو سُن بھی سکتے ہیں۔ ان

مصرعوں کو مزید تشریح اور تجزے کی حاجت نہیں، یہ مصرعے جذبات نگاری کی درد بھری داستان ہے۔

خیالؔ نے ولادت سے پہلے کے حصّے میں ماحول کے علاوہ بڑی عمدگی سے کعبے کی ضروری معلومات بھی یکجا کر دی ہیں۔ ہبل، نائلہ، لات و منات اور چشمۂ زم زم کا بھی ذکر موجود ہے۔

آخیر میں شاعر بتاتا ہے کہ اس سرزمیں کو جو یہ بے حیائی اور بدذوقی کے منظر دیکھ چکی تھی، جس پر عرش کے ستارے بھی شرم سے آنکھیں جھکا لیتے تھے، وہ قطعۂ زمیں

ع : جی رہا تھا اک رفیق و رہنما کی آس میں
ع : تھا عرب کی سرزمیں کو اُس نبی کا انتظار
ع : لمس میں جس کے تقدّس، قرب میں جس کے قرار

بسمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ایک

ولادت سے پہلے

حضرتِ آدمؑ سے پیدا ہوگیا جب آدمی
سمتِ امکانات میں بڑھنے لگا جب آدمی
سینۂ صحرا میں ہر دم جگمگاتا تھا کوئی
تیرہ و تاریک لمحوں سے گزرنے کے لیے

آدمی کے راستوں میں رنگ بھرنے کے لیے
تہہ بہ تہہ تنہائی کی تہہ میں اُترنے کے لیے
بحر و بر کی وسعتوں سے دامنِ افلاک تک
گونجتی تھی اک تڑپ تخلیق کی دیوانہ وار

خلوتوں کی خاک میں لپٹے ہوئے دن بے قرار
اور سنّاٹوں کے آگے بے قبا شب شرمسار
اک طرف مبہم عقاید دوسری جانب فریب
بیچ میں بیٹھے ہوئے بے دست و پا شام وسحر

پربتوں کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے سوکھے شجر
ہنہناتی ، ہانپتی ، ہنستی ہوا کے دوش پر
ایک قطرہ آگ کا رکھ دیں تو کتنی وادیاں
خاک ہو کر خوف کے طوفاں اٹھا دیتیں کئی

وادیاں جو آگ کے دریا بہا دیتیں کئی
خامُشی کے خول میں فتنے اٹھا دیتیں کئی
اور ٹھنڈی ریت پر لیٹا ہوا تنہا بشر
چونک کر پھر سر جھکا دیتا کسی کے سامنے

ہر طرف بے روح منظر آدمی کے سامنے
ایک بھی چلتی نہیں تھی تیرگی کے سامنے
روشنی کے نام پر اُڑتی ہوئی چنگاریاں
ہائے! پھیلا تھا جہاں میں بے بسی کا سامراج

ریت کے ٹیلوں سا اُڑتا ابنِ آدم کا مزاج
منتشر ، بے ضابطہ ، بے مدعا سارا سماج
وحشتوں کا رقصِ پیہم جلوتوں کی گود میں
جلوتوں کے جسم پر جلتے ہوئے جوالا مکھی

ہاتھ میں پتھر لیے آواز کی بے چہرگی
ڈوبتے سورج کے پیچھے پاگلوں سی دوڑتی
اور کسی بے شکل بُت کے سامنے پھن کاڑھ کر
ناچتا تھا خواہشوں کا ناگ دن ہو یا کہ رات

ساعتوں کے دوش پر بیٹھے جنوں کے جنگلات
غار کے اندر مسلسل موت سے لڑتی حیات
صبحِ صادق کے اُجالوں کے معانی کچھ نہ تھے
کوئی بھی واقف نہیں تھا شام کی تحریر سے

ذہن و دل سہمے ہوئے ناکردہ ہر تقصیر سے
ہر عمل جیسے بندھا ہو جہل کی زنجیر سے
جب ستارہ ٹوٹتا کوئی سرِ آغوشِ شب
ہر جہت، ہر منزل و مرکز پہ چھا جاتا سکوت

بھیڑ میں روتا کبھی ویرانوں میں گاتا سکوت
اور کبھی آسیب بن کر سر پہ منڈلاتا سکوت
ہر نئے احساس کو دعوا خدائی نور کا
نور کا چہرہ مگر آواز کے اشکوں میں غرق

جستجو کی جنگ میں اُلجھے ہوئے تھے غرب وشرق
آدمی کرتا نہ تھا خوف و خدا میں کوئی فرق
تتلیوں کے پر چمکتے تھے ، گلوں پر رنگ بھی
دیکھنے والے مگر بینائی سے محروم تھے

آبشاروں کے دھڑکتے دل بہت مغموم تھے
راز اُن مضطر کناروں کے کسے معلوم تھے
سرسراتا جب سروں پر سرد سنّاٹے کا سانپ
فاصلے سب چیخ اُٹھتے قربتوں کی چاہ میں

ہر گھڑی پاتا زمانہ خود کو آفت گاہ میں
ظلمتوں کا رقص ہوتا ہر گلی ، ہر راہ میں
سوچ کا سایہ سلاخوں کی سُلگتی آنچ سے
پانی پانی ہو کے بہتا پتھروں کی پیٹھ پر

عقل کے بے شکل پیکر اجگروں کی پیٹھ پر
اجگروں کی جیبھ ہوتی وشدھروں کی پیٹھ پر
بھول کر ساری نصیحت آبا و اجداد کی
بے تمدّن آدمی تقسیم تھا اقوام میں

یعنی اک سُلجھا شکاری اُلجھنوں کے دام میں
جستجو ایمان کی جیسے خیالِ خام میں
میلے میلے منھ چھپاتے سب حقائق دہر کے
سر کے بل بے حس کھڑے تھے وقت کی چٹّان پر

اوّلیں نبیوں کی باتیں کون دھرتا کان پر
شر کا نشّہ چڑھ گیا ہو جب ہر اک انسان پر
پیڑ کی پھُنگی پہ بیٹھا لذّتوں کا بھوت بھی
ثبت تھا اذہان و دل پر دیوتا کے روپ میں

بکریوں کے سامنے مشکل کُشا کے روپ میں
کوئی چرواہا نہ تھا مہر و وفا کے روپ میں
میمنوں کے منھ بندھے تھے مار کی زنجیر سے
دھجیّاں بکھری ہوئی تھیں پرچمِ توحید کی

خواب کی آنکھوں کو اور دل کو تمنّا عید کی
لمحہ لمحہ تھی ضرورت فہم کی تجدید کی
اور خلا میں کررہا تھا اسمِ اعظم کی تلاش
بیکراں، بے انت دنیاؤں کا یہ شمسی نظام

آسماں کی وسعتوں کو ذہنِ انساں کا سلام
فکر کی پرواز کو جن سے ملی عمر دوام
تیز تیز اُٹھنے لگے آگے تجسّس کے قدم
طائرِ تحقیق کی اُمت بڑی ہونے لگی

عزم کے سینے میں پھر کچھ روشنی ہونے لگی
بے خبر دُنیا جہالت سے بری ہونے لگی
سبز دھرتی کی مہکتی فصلِ گل کے ساتھ ساتھ
عالمِ بالا نے بھی وا کردیے رحمت کے باب

اور ابراہیم اترے دشت میں لے کر شہاب
ہاتھوں میں اُجلے صحیفے، ہونٹوں پر وحدت کے گیت
آدمی کے واسطے انسان کی عظمت کے گیت

پتھروں کی بھیڑ میں گونجی صدا اک پیار کی
کفر سے انکار کی اور جرأتِ اظہار کی
اونگھتی سب رہ گزاروں نے بھی کی محسوس پھر
ہر نفس اک نرم نکہت نصرت و ایثار کی

ہر جبل پر جلوہ گر جادو جمالِ عشق کا
ہر سمندر کی جبیں پر موجزن طوفانِ ہوش
جیسے روشن رفعتوں پر جستجو کا آفتاب
اور ابراہیم اُترے دشت میں لے کر شہاب

شرک کی اونچی حویلی، کافروں کی عیش گاہ
اور نادانوں پہ اپنا راج کرتے روسیاہ
عقل کی آندھی کے آگے یوں ہوئے بے بس کہ بس
سر جھکا کر رہ گئے سارے بتانِ کج کلاہ

گرم تپتی ریت کے سینے سے پھوٹا آبشار
سو بہ سو سب کوہ و صحرا میں اذاں ہونے لگی
ماند سا پڑنے لگا مہمل عقیدوں کا شباب
اور ابراہیم اُترے دشت میں لے کر شہاب

ہوگیا تعمیر اِس دُنیا میں گھر اللہ کا
مل گیا بھٹکے ہوئے لوگوں کو در اللہ کا
آدمی کی اجتماعی زندگی نے پالیا
ایک سچّا دین ، اک پیغامبر اللہ کا

آسماں تا آسماں اور بحر و بر تا بحر و بر
اک نئے اُجلے تمدّن کی بنا رکھ دی گئی
کھل اُٹھے صحنِ زمیں پر سوچ کے سیمیں گلاب
اور ابراہیم اُترے دشت میں لے کر شہاب

تھا نہیں دُنیا میں کوئی اِس حقیقت کا جواب
تیرگی پر چھاگئی تھی عقل بن کر آفتاب
زندگی کی راہ میں بکھری ہوئی تھی روشنی
گرچہ اہلِ حق کے دن اکثر خراب آئے گئے

اور پھر صدیوں نے دیکھا انقلاب آئے گئے
نسلِ ابراہیم پر لاکھوں عذاب آئے گئے
خانۂ کعبہ کا ہر پتھر بنا اک دیوتا
پھر گئے اہلِ عرب توحید کی تعلیم سے

کاروانِ زیست بے پروا فنِ تنظیم سے
قوم کا ہر فرد ناواقف کسی تفہیم سے
ناچتا تھا عورتوں کے گرم عریاں جسم پر
ایک بگڑے دین کا پرچم اُٹھائے روز و شب

آدمی کے خونِ ناحق میں نہائے روز و شب
دامنِ خاکی میں اپنا منھ چھپائے روز و شب
ریت کے ٹیلوں کو اوڑھے، پتھروں پر سر دھرے
اپنی بے قدری پہ ہر لمحہ تھے کتنے بے قرار

عصر وحشی ہو کے پاگل اونٹنی پر تھا سوار
بستیوں میں بے خطر پھنکارتی نیزوں کی دھار
مفلس و مجبور ماؤں کی کمر کو توڑتا
لڑکیوں کی جانگھ سے لپٹا زناکاروں کا خوف

تمبوؤں میں جاگتا ہر رات خونخواروں کا خوف
اور دن میں سر پہ منڈلاتا سیہ کاروں کا خوف
بھیڑیوں کی بھیڑ سا نو عمر فصلیں روندتا
جانور کی عقل والے حکمراں طبقوں کا طیش

وہ کوئی جاہل قبیلہ ہو کہ ہوں اہلِ قریش
زندگی کا ایک مقصد فتنہ سازی، دادِ عیش
بت پرستی، بدشعاری اور بدعنوانیاں
جہل میں لتھڑے سماجوں کے یہی عنوان تھے

سامنے منزل تھی لیکن راستے ویران تھے
فکرِ فردا ، جاہِ ماضی سے سبھی انجان تھے
ایک مٹھی ریت میں سو آبشاروں کی صدا
سامنے آبادیوں کے سن رہا تھا آسماں

عقل پر پتھر وہ برسے تھے کے احساسِ زیاں
اڑ رہا تھا پتھروں کے چار سو بن کر دھواں
یہ دھواں جو دھیرے دھیرے آگ بن کر ایک دن
چشمۂ زم زم کے دھارے کی طہارت پی گیا

شام کے سب رنگ، صبحوں کی صداقت پی گیا
دیوتاؤں کا بھرم، حق کی حرارت پی گیا
اور صحراؤں میں کرتا امن کی بوٹی تلاش
اک کلہاڑا اپنے کاندھے پر دھرے عربی جنوں

شہر ایماں میں نمایاں شر کی شہرت کے ستوں
اور آسیبوں کے آگے سب سہارے سرنگوں
رات کے سینے پہ خنجر بن کے ننگا ناچتا
خواہشوں کا ایک بے آرام اجگر صبح تک

خیمہ خیمہ خامشی کی تہہ میں اکثر صبح تک
چیختی ، چنگھاڑتی سانسوں کا محشر صبح تک
صبح کے زرّیں اُجالوں میں غلاموں کا ہجوم
دوڑتا تھا پیٹھ پر لادے اندھیروں کا پہاڑ

سر پٹکتے خانۂ کعبہ کے وہ بوڑھے کواڑ
دیکھتے جب بُت پرستوں کی مسلسل بھیڑ بھاڑ
راج تھا راجہ ''ہبل'' کا اور دیوی ''نائلہ''
اپنے آنگن میں نچاتی حاکم و محکوم کو

تھی کسے فرصت کہ سمجھے ساعتِ مغموم کو
شب بہ شب بڑھتے ہوئے اسرار کے مفہوم کو
روح سے لپٹا ہوا لذّت پرستی کا دھواں
جس کی پہنائی میں گم تھی مشرکوں کی کائنات

مرکزِ افکار و عنوانِ سخن ''لات'' اور ''منات''
ہاں انھیں سے حرکت و برکت انھیں سے تھی حیات
معجزہ یہ تھا کہ کوئی معجزہ دیکھا نہیں
پھر بھی پتھر کا پجاری ہر کوئی دیوانہ وار

تھا عرب کی سر زمیں کو اُس نبی کا انتظار
لمس میں جس کے تقدّس، قرب میں جس کے قرار
مضطرب تھا شہرِ مکہ اک مفکر کے لیے
سانپ کی صورت مسائل تھے جہاں پر کو بہ کو

بے حیائی اور بد ذوقی کے منظر کو بہ کو
جبر کے جبڑوں میں جکڑی بنتِ مادر کو بہ کو
شرم سے آنکھیں جھکا لیتے ستارے عرش پر
جب برہنہ شب بناتی اپنی زلفوں کو لباس

رقص و موسیقی کی محفل اور دارو کے گلاس
قومِ آدم تھی کہ ہر دم راہِ حق سے ناشناس
پربتوں کے دوش پر بیٹھا سکوتِ مضمحل
جی رہا تھا اک رفیق و رہنما کی آس میں

ولادت

''لولاک'' کا دوسرا حصّہ ''ولادتِ'' حضرت رسولِ ﷺ انام ہے۔اس حصّے میں اڑسٹھ (۶۸) بند ہیں۔ اس کی بحر بھی ''ولادت سے پہلے'' کے حصّے سے جدا ہے۔اس باب کا آغاز نور اور روشنی سے ہوا ہے۔شاعر نے یہ اہتمام اور التزام اسی لیے بھی کیا ہے کہ خود رسول ﷺ اکرم نے فرمایا تھا۔''اول ما خلق اللّٰہ نوری'' خدا نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔ ہم جانتے ہیں حضور ﷺ کے صدقے میں کائنات بھی بنائی گئی اور اس کی تمام تر تجلّی بھی حضور ﷺ کی مرہونِ منّت ہے۔شاعر کہتا ہے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر حضور ﷺ کی ذاتِ مقدس کا کوئی مثل نہیں۔مطلعے کا پورا بند نورِ محمدی ﷺ کے وجود سے دمک رہا ہے۔نغمگی سے لبریز اس بند کا مصرعہ ''جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی'' پہلے بند میں دو بار اور بعد کے نو (۹) بند میں ایک ایک بار تکرار ہوکر اُجالا بکھیر رہا ہے۔''روشنی کی طغیانی''، ''پرسکون سی ہل چل''، ''عالمینِ امکاں'' اور ''شبیہ لاثانی'' خوب صورت الفاظ کے گلدستے ہیں۔پورا بند یوں ہے۔

سمت سمت نورانی ....
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

دشت میں، کہستاں میں، شہر میں، بیاباں میں
پُر سکون سی ہلچل عالمینِ امکاں میں
اور زمین کے اوپر ....

آسمان کے نیچے اک شبیہ لاثانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

شاعر نے حضورﷺ اکرم کی ولادت کے اثر اور فیض سے وہ مضامین نظم کیے ہیں جو کلاسیک مضامین اور واقعات سے جدا ہیں۔ یہاں کسریٰ اور روم کی شہنشاہیت کی تباہی کو مرکز بنانے کے بجائے شاعر نے انسان کی ذات، اس کی جماعت اور اس کی کائنات پر انقلابی کی روشنی کے ساتھ عمدگی اور سادگی سے بھرپور پراثر گفتگو کی ہے۔

صاحبِ کتاب آیا، لے کے پھر شہاب آیا
آگیا یقیں سب کو اہلِ انقلاب آیا

سورج، چاند اور ستاروں نے نور برسایا، جنت نے رنگ بکھیرا، بے قرار لوگوں کو قرار نصیب ہوا، ناصبور سینوں کو صبر ملا اور رات کی تاریکی ختم ہوئی اور سارا شہر غفلت کی نیند سے جاگا۔ یہاں سے شاعر نے پھر حضورﷺ کے فیض سے انسانیت کے اقدار اور اخلاقیات کی تعلیم و ترویج کے مضامین کو رحمت کے رشتے میں پرونے کی کوشش کی۔

علم کا ، شجاعت کا ، سوچ کا ، سخاوت کا
پھر علم اٹھا اوپر جہل سے بغاوت کا
.... اور آدمیت کی
ہوگئی جبیں روشن مٹ گئی پشیمانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

راہِ حق پرستی کو ، اوج اور پستی کو
مل گیا مفکر اب فکر گاہِ ہستی کو

جہالت سے بغاوت کا پرچم بلند اس لیے ہوا کہ حضورﷺ اکرم نے اپنے

اُسوہ حسنہ، تعلیمات اور سیرت کے عملی نمونوں سے جہالت سے بھری قوم کو علم، شجاعت، فکر اور سوچ اور سخاوت کا نمونہ بنا دیا یعنی انسانیت کی عزت بڑھا دی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا معلّم اخلاق اور مفکّر حیات حاصل ہوا۔ بقول ہری چند

ع : ''اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا''

اوپر کے مصرعوں میں صنعت جمع (علم، شجاعت، سوچ، سخاوت) مثبت وفکر موجود ہے۔ صنعت تکرار میں ''کا'' اور ذیل کے شعر ''لمحوں'' کی تکرار عمدہ بیانی ہے۔

ے : تار تار لمحوں نے، سوگوار لمحوں نے
اک قرار سا پایا بے قرار لمحوں نے

خوب صورت بولتا مصرعہ ہے۔

.... اور آدمیت کی
ہوگئی جبیں روشن، مٹ گئی پشیمانی

چندر بھان خیالؔ کو مصرعوں میں ہم آواز الفاظ سے نغمگی اور صوتی آہنگ پیدا کرنے کا ہنر آتا ہے جیسے اوپر کے آخری شعر میں پرستی، پستی، ہستی وغیرہ ''ی'' کی تکرار اور اس شعر میں گِل، سِل، دل کی آواز مصرعوں میں غنایت کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔

آب و گِل تھرک اُٹھے، سنگ و سِل تھرک اُٹھتے
دائمی مسرت سے سب کے دل تھرک اُٹھتے

اسی ولادت کے فیض سے ع: ''مکہ و مدینہ میں کو بہ کو ثنا خوانی''

صرف لفظ ''میں'' کے سوائے تمام مصرعہ فارسی ہے۔ مکہ و مدینہ تلمیحات ہیں۔

چندر بھان نے اِن دس بند میں تکراری مصرع سے پہلے کے مصرع کے قافیے کو عمدہ نادر قوافی میں رکھّا ہے جیسے شبیہ لاثانی، کو بہ کو ثنا خوانی، حق کی تابانی پُرسکوں پیشانی، لافانی، عکس ربانی، صبر کی فراوانی اور ویرانی وغیرہ۔

مصرعے ثانی کو معنی آفرینی کی تہہ در تہہ گہرائی دے رہے ہیں۔

ہم یہاں نادر اور دلکش مضمون کے ساتھ صنعت تکرار میں ''نے'' اور ''چوما'' صنعت ضلع جگت میں جہات، کائنات، چاند، اور صوتی ترنم میں چاند، چہرے، چوما رکھ سکتے ہیں۔

شش جہات نے چوما، کائنات نے چوما
چاند جیسے چہرے کو سب صفات نے چوما
اور حرا کی آنکھوں نے ....
ع : آمنہ کے آنچل میں دیکھا عکس ربانی

حضور ﷺ کی مادرِ معظّمہ کے آنچل میں عکس ربانی کو حرا کی آنکھوں کی دید بتانا کمالِ شعر ہے۔

چندر بھان خیالؔ کی نعتیہ شاعری کا ایک حُسن خوب صورت عربی، فارسی اور نعتیہ مضمون سے درخشاں اُردو کے پاکیزہ الفاظ کے ساتھ ہندی کے عمدہ رسیلے الفاظ کا پیوند ہے جو مصرعوں کو مقامی تہذیب کی قدروں سے جوڑ کر دلکش کر دیتا ہے۔ ذیل کے مصرعوں میں گیت، آنچل اور تھرک ملاحظہ کریں۔

ع : آمنہ کے آنچل میں دیکھا عکسِ ربّانی
ع : نور کی ولادت کا گیت ایک لافانی
ع : دائمی مسرت سے سب کے دل تھرک اُٹھے

خیالؔ کی شاعری میں صنائع لفظی اور معنوی کی بہار فطری اپچ کے تحت رنگ و خوشبو بکھیرتی ہے۔ وہ کبھی تجنیس، کبھی صوتی آہنگ کی نغمگی، کبھی صنعتِ تضاد اور کبھی تکرار اور صنعت مراعات النظیر سے تصویر کشی کرتے ہیں۔

ذیل کے شعر میں صبح، شام (تضاد)، صبح، شام اور رات (ضلع جگت)، اداؤں، ہواؤں، قباؤں (تجنیس) وغیرہ، شعر کی سادگی، سلاست اور روانی کو ثقیل نہیں کر رہے ہیں۔ یہ خود عمدہ شعر کی شناخت بھی ہے۔

ے : صبح کی اداؤں میں، شام کی ہواؤں میں

گھل گئی مہک میٹھی رات کی قباؤں میں

مصرعوں میں تشبیہ کی تازگی اور ندرت مضمون کو فلک بوس کر رہی ہے۔

ع : جیسے ہو فرشتے کی پُرسکون پیشانی

ع : جیسے چہرۂ شب پر شہر جستجو جاگا

یہاں پُرسکون پیشانی اور شہرِ جستجو کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے ان سے خیال کا شعری مقام ظاہر ہے۔ یہ عمل ریاضت کے ساتھ ساتھ الہامیت کا بھی اعلیٰ محتاج رہتا ہے۔ سچ ہے۔

ے : تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

این سعادت بزور بازو نیست

اس نظم کی عمدگی یہ بھی ہے کہ تمام مطالب جیسے حضوؐر عبداللہ کے بیٹے تھے، بچپن میں یتیم ہو گئے حلیمہ دایا نے دودھ پلایا اور اس بابرکت نورانی طفل کے طفیل معاشرہ سنورنے لگا۔

ع : اور ابنِ عبداللہ سرزمینِ آدم پر

ع : دل شکن یتیمی کی سیڑھیوں پہ بیٹھا وہ

ع : صرف سوچ کا سایا سر پہ سرسراتا تھا

ع : ناتواں حلیمہ کے روز وارے نیارے تھے

ع : اعتماد کے نغمے پہلی بار گائے تھے

ے : یاس کے اندھیرے میں، بے کسی کے ڈیرے میں

سو ادا سے روشن تر اک دیا محمد ﷺ کا

اوج بخش و بختاور نام تھا محمد ﷺ کا

آسروں نے ڈھونڈا تھا آسرا محمد ﷺ کا

رفعتوں کی خاموشی، وسعتوں کی تاریکی

ختم ہو گئی جیسے مصطفیٰ کی آمد پر

چندر بھان نے حضرت مصطفیٰ کی آمد پر تفصیل سے ان انسانی قدروں کا ذکر کیا جو شَر اور ظلم و جود کو مٹا رہے تھے، جذبۂ صداقت زندگی میں نغمہ زن ہوا، حق کی گفتگو کا رواج ہوا، عقل کا بول بالا ہوا اور خیر کی دکانوں پر نیکیوں کا مال بکنے لگا۔

ع : ہل اٹھا نظامِ شر خیر کی اس آمد پر

ع : تھا فضا میں اُجلا پن اک نئی بشارت سے

پھر حلیمہ دائی کے شوہر کے قول سے روایت کرتے ہوئے اوصافِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کا ذکر یوں کیا۔

ع : نونہال کا سینہ، علم کا سمندر ہے

(شاعر نے بہ نسبت امّی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑی ہے جو شہرِ علم ہے۔)

صبر و شکر کا مسکن، صلحِ کل کا محور ہے

عدل و عزم کا مظہر، نیکیوں کا رہبر ہے

یہ کمالِ قدرت کا وہ عظیم لمحہ تھا

راہ ہوگئی روشن تار تار لمحوں کی

آنے والے لمحوں کے ناز اُٹھائے جاتا تھا

عزم اور عازم کے گیت گائے جاتا تھا

اور شہرِ مستقبل بس گیا تھا آنکھوں میں

نرمیوں کا اک دریا تھا رواں دواں جس میں

شاعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ منوّرہ جو طفلی سے عیاں تھے بیان کرتا ہے جس میں صبر، شکر، صلح کل، عدل و نیکی اور عزم و مروّت شامل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے ایک ایسی بستی بسانا چاہتے تھے جس میں انسانیت حکمراں ہو جہاں وہم گماں نہ ہو بلکہ یقین ہو، جہاں عدل عداوت سے نہیں بلکہ محبّت ہو۔ یہ

سب اس لیے عملی طور پر عرب کے معاشرے میں خصوصی اور دُنیائی ماحول میں عمومی طور پر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر برکت ذاتِ مقدس خود ان قدروں کی تجلّی بن کر ظاہر ہوئی تھی۔ یہ تمام صوتی، مرجان بحر زخار ذاتِ اقدس میں موجود تھے جس کو حلیمہ دائی دیکھ رہی تھی۔ اس شہرِ علم کی ہر گلی میں موذّن اور کوچہ کوچہ حکیم موجود تھے۔

ع : ہر گلی موذّن اور کوچہ کوچہ باحکمت
علم سے منوّر سب زندگی کے ایواں تھے
دوستی، محبت اور امن سے چراغاں تھے
کمسنی کے عالم میں اندروں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
محسن و منوّر ہے، دیکھ دیکھ حیراں سب

شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طفلی ہی میں تمام انسانی اقدار اور فرشتہ صفات عناصر کو نظم کر دیا اور بتایا کہ دائی حلیمہ اور اُس کے شوہر سے بہتر اس کا راوی اور گواہ کون ہوسکتا ہے۔

یعنی حضور شہرِ علم، مینارِ نورِ ایمان، صبر و شکر کے مسکن، عدل و عزم کے مظہر، نیکیوں کے رہبر، محسنِ اکبر، محبت، دوستی اور امن کے چراغ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قسمت کے ماروں کی قسمتیں کھل گئیں۔

خیالؔ نے اس مضمون کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بکریاں چراتے تھے، صحراوں اور چراگاہوں میں مسلسل تجسّس اور تسبیح کرتے رہتے تھے انوکھے انداز میں پیش کیا ہے جو پڑھنے کے لایق ہے، ہم اُسے طوالت کی وجہ سے پیش نہیں کر رہے ہیں۔ صرف چند مصرعوں کو یہاں جوڑتے ہیں تاکہ مطالب ظاہر ہو جائیں۔

ہر درخت نغمہ گر، نعت خواں ہر اک پتھر
پتّیاں ببولوں کی بکریوں سے سنتی تھیں
شفقت و شرافت کے دلنواز افسانے

ان سوالات کو جو خود آپ اپنا جواب ہیں اور توحیدی مسلک سے وابستہ

ہیں، شاعر ان کو بیان کرنے کے بعد معاشرے کی برائیوں اور اُس دور کی فتنہ پروری پر تفصیل سے لکھّا ہے۔ یہاں رقص و موسیقی کی محافل، موج اور مستی کا ماحول، عیش و عشرت اور مے پرستی اور فخر پرستی کا نشّہ غرض القصّہ مختصر۔

آدمی کے ہاتھوں سے آدمی کی بربادی
برق بن کے ناچ اُٹھّی بے لگام آزادی

پورے شعر میں ''یا'' کی تکرار عمل سے غنایت ابل رہی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی آمد کی اطلاع دوسرے آسمانی صحیفوں میں درج ہے۔ شاعر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، اخلاقی کمالات اور ملکِ شام کے سفر اور راہیب کی ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا حضرت ابو طالبؑ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی بشارت اپنی معتبر مقدس کتاب سے دیتا ہے جس کو خیالؔ نے بڑی خوب صورتی سے نظم کیا ہے۔ خیالؔ نے محسنِ اسلام اور محسنِ پیغمبر اسلام حضرت ابو طالبؑ کا ذکر کیا ہے جو آپ کے ساتھ کعبے میں تشریف لائے جو مشرکان کا صنم کدہ تھا۔

آیئے، ان مصرعوں میں واقعات کی روداد سینئے!

ع : بُت اُداس اور سہمے، بُت پرست بھی مضطر
ع : ظاہر اور باطن میں اضطراب کا منظر

ے : اس الم کے عالم میں حضرتِ ابو طالبؑ
آئے جانب کعبہ ساتھ آپ کو لے کر

ع : جب فصیلِ کعبہ تک آپ نے رسائی کی
ع : کھل گئی فضاؤں میں اعتماد کی خوشبو

ے : یعنی آنے والا تھا پھر نظام وحدت کا

شرق و غرب میں پھیلے کفر سے بغاوت کا

شاعر نے پھر حضور ﷺ کے ملکِ شام کا سفر بڑی خوب صورتی سے طے کیا۔ حضور ﷺ حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ ع: ''آسمان کے نیچے آسماں سفر میں تھا''

ع : عمر سال بارہ کی اور صبر صدیوں کا

سوکھے درخت جس کے نیچے سے آپ گزرتے ہرے اور پُر بہار ہو جاتے، سنگریزے ہاتھ کو بوسہ دے کر تسبیح میں مشغول ہو جاتے۔ اس سفر کی شاعر نے منظر کشی اور دلکشی بڑے خاص طریقے سے کی ہے۔ اور تقریباً آٹھ (۸)، نو (۹) بندوں میں شام کے اس بڈھے راہیب ''بحیرا'' کی ملاقات اور حضور ﷺ کے متعلق نبی ﷺ ہونے کی بشارت کو تفصیل سے بیان کیا ہے کیوں کہ سارا واقعہ آسان سلیس اور مکالماتی انداز میں ہے اس لیے ہم پورے ذہن مصرعوں کو پیش کرتے ہیں۔

خیاؔل نے بیانیہ شاعری میں محاکاتی کمال پیش کیا ہے جس کا لطف اس کی تشریح اور تجزیے میں نہیں بلکہ اس کی تاثیر مصرعوں کی بین السطور تجلیات میں ہے۔

قافلے کو دیکھا جب دور پار وادی کے
دور بیں بحیرا کی جگمگا اٹھیں آنکھیں

اک نبی کی آمد پر مسکرا اٹھیں آنکھیں
شان میں محمد ﷺ کے گیت گا اٹھیں آنکھیں

گیت گاتی آنکھوں نے گرد چیر کر دیکھا
ایک ایک پتھر اور ہر شجر تھا سجدے میں
بے خبر تھا سجدے میں، باخبر سجدے میں
شاخ شاخ پر مہکے گل کا سر تھا سجدے میں
پھر بحیرا بول اُٹھا ہے یہی نبی ﷺ جس کا

سر زمینِ آدم کو انتظار تھا کب سے

ان مصرعوں میں کہیں توحید اور آنکھوں کا طلسم ہے کہیں جمادات، نباتات، کہیں شعور اور کہیں لاشعور کا ذکر ہے، استعاروں کی جگمگاہٹ، نغموں کی مسکراہٹ شاخِ گل کی سجدے میں سجاوٹ اور شجر و حجر کی عبادت مضمون کو والہانہ رنگ و خوشبو سے گلدستہ بنا دیتی ہے۔

مضمون کا اختصار ہمیں مزید تشریح اور تنقید کی اجازت نہیں دیتا ورنہ ہر مصرعہ خود اپنی بے زبانی سے ہمیں اشارہ کر رہا ہے کہ بقول شاعر

ع : نگاہ دامنِ دل می کشد کہ جا این است

خیالؔ نے اس دوسرے حصّے کے آخری تین بند میں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے انتظار کی گھڑیاں جو کائنات کے تمام تر موجودات کو تھیں ختم ہوگئیں۔ ''بحیرا'' نے بتلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں، علامتیں، نقوش اور تجلّیات سب ادائیں سر بہ سر نبی کی ہیں۔

پھر ابو طالبؑ کا ہاتھ تھام کر کہا کہ یہ زماں و مکاں کی قسمت ہے اور اس رب کی امانت کو تمھیں اسے فساد اور شر پسندوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ ہم یہاں اخیر میں ''بحیرا'' کے مکالمے پر اس حصّے کے متن کو تمام کرتے ہیں۔

پھر بحیرا نے پکڑا دستِ ابنِ عبداللہ
اور کہا ابوطالب! یہ جہاں کی قسمت ہے

یہ زمیں کی قسمت ہے، آسماں کی قسمت ہے
آنے والی دُنیا کے ہر زماں کی قسمت ہے

سود خور و سازش گر سب یہود فتنوں سے
رب کی اس امانت کو اب تمھیں بچانا ہے

دو

ولادت

سمت سمت نورانی ....
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

دشت میں، کہستاں میں، شہر میں، بیاباں میں
پُرسکون سی ہلچل عالمینِ امکاں میں
اور زمین کے اوپر ....
آسمان کے نیچے اک شبیہ لاثانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

شمس کے شراروں نے، چاند اور ستاروں نے
رنگ و نور برسائے خلد کی بہاروں نے
.... اور بخش دی رب نے
ناصبور سینوں کو صبر کی فراوانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

تار تار لمحوں نے، سوگوار لمحوں نے
اک قرار سا پایا بے قرار لمحوں نے
.... اور چہرۂ شب پر
شہرِ جستجو جاگا ، دور ساری ویرانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

علم کا ، شجاعت کا ، سوچ کا ، سخاوت کا
پھر علم اٹھا اوپر جہل سے بغاوت کا
.... اور آدمیت کی
ہوگئی جبیں روشن مٹ گئی پشیمانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

آب و گل تھرک اُٹھے، سنگ و سِل تھرک اُٹھے
دائمی مسرت سے سب کے دل تھرک اُٹھے
.... اور فضاؤں نے دیکھی
مکہ و مدینہ میں کو بہ کو ثنا خوانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

راہِ حق پرستی کو ، اوج اور پستی کو
مل گیا مفکر اب فکر گاہِ ہستی کو
.... اور تمام عالم میں
دور دور تک پھیلی روئے حق کی تابانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

صبح کی اداؤں میں، شام کی ہواؤں میں
گھل گئی مہک میٹھی رات کی قباؤں میں
.... اور پہاڑ کا دامن
جیسے ہو فرشتے کی پرُسکون پیشانی
جس طرف نظر جائے روشنی طغیانی

صاحبِ کتاب آیا ، لے کے پھر شہاب آیا
آگیا یقیں سب کو اہلِ انقلاب آیا
.... اور سکوت نے گایا
نور کی ولادت کا گیت ایک لافانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

شش جہات نے چوما، کائنات نے چوما
چاند جیسے چہرے کو سب صفات نے چوما
.... اور حرا کی آنکھوں نے
آمنہ کے آنچل میں دیکھا عکسِ ربّانی
جس طرف نظر جائے روشنی کی طغیانی

اور ابنِ عبداللہ سر زمینِ آدم پر
منظر و مظاہر سے کھیلنے لگا اکثر
دل شکن یتیمی کی سیڑھیوں پہ بیٹھا وہ
دادِ عیشِ باطل پر مسکرائے جاتا تھا

ساعتوں کا سونا بن لوریاں سناتا تھا
صرف سوچ کا سایا سر پہ سر سراتا تھا
آہٹوں میں پوشیدہ لفظ لفظ تھا مضطر
اُن لبِ مبارک کا ایک لمس پانے کو

جھوٹ کی پرستش کی فکر تھی زمانے کو
ناز تھا جہالت پر ہر کسی سیانے کو
اور طفلِ دانا کی ایک ایک حرکت میں
التفات و برکت کے بیسیوں اشارے تھے

ناتواں حلیمہ کے روز وارے نیارے تھے
مطمئن نگاہیں تھیں ، پر فضا نظارے تھے
مفلسی کے حملوں سے زخم خوردہ سانسوں نے
اعتماد کے نغمے پہلی بار گائے تھے

لطف اور مسرت میں روز و شب نہائے تھے
بے اماں گھروندے پر رحمتوں کے سائے تھے
یاس کے اندھیرے میں، بے کسی کے ڈیرے میں
سو ادا سے روشن تر اک دیا محمد ﷺ کا

اوج بخش و بختاور نام تھا محمد ﷺ کا
آسروں نے ڈھونڈا تھا آسرا محمد ﷺ کا
رفعتوں کی خاموشی ، وسعتوں کی تاریکی
ختم ہوگی جیسے مصطفیٰ کی آمد پر

برق سی گری یک دم واہموں کے برگد پر
ہِل اٹھا نظامِ شر خیر کی اس آمد پر
جذبۂ صداقت اب زندگی کے صحرا میں
چہچہاتی چڑیوں سا چہچہائے پھرتا تھا

دائیوں کی بستی میں سر اُٹھائے پھرتا تھا
نقشِ حق چٹانوں پر وہ بنائے پھرتا تھا
اور ریت کے ٹیلے سب پٹھار پتھریلے
باغ باغ لگتے تھے راحتوں کی لذّت سے

تھا فضا میں اُجلا پن اک نئی بشارت سے
وادیاں دھڑکتی تھیں قربتوں کی حدّت سے
اور ایک دن دیکھا شوہرِ حلیمہ نے
نونہال کا سینہ علم کا سمندر ہے

صبر و شکر کا مسکن، صلحِ کل کا محور ہے
عدل و عزم کا مظہر، نیکیوں کا رہبر ہے
یہ کمالِ قدرت کا وہ عظیم لمحہ تھا
جس نے کھول دی آنکھیں بے شمار لمحوں کی

راہ ہوگئی روشن تار تار لمحوں کی
باغ باغ تھیں سانسیں بے قرار لمحوں کی
ایک ایک لمحے میں ایک اک صدی پنہاں
ممکنہ تمدّن کی ذی وقار مظہر تھی

زندگی کی سچّائی زندگی کی رہبر تھی
آدمی کے پہلو میں شکلِ حق اُجاگر تھی
سرد و سست سنّاٹا اک طلسم کی زد میں
ناچ ناچ اُٹھتا تھا، مسکرائے جاتا تھا

آنے والے لمحوں کے ناز اُٹھائے جاتا تھا
عزم اور عازم کے گیت گائے جاتا تھا
اور شہرِ مستقبل بس گیا تھا آنکھوں میں
نرمیوں کا اک دریا تھا رواں دواں جس میں

دور دور تک غائب وہم کا دھواں جس میں
عقل سے عداوت کا اب نہیں نشاں جس میں
ہر گلی موذّن اور کوچہ کوچہ باحکمت
خیر کی دکانوں میں نیکیوں کے ساماں تھے

علم سے منوّر سب زندگی کے ایواں تھے
دوستی، محبت اور امن سے چراغاں تھے
کمسنی کے عالم میں اندروں محمد ﷺ کا
محسن و منوّر ہے، دیکھ دیکھ حیراں سب

محوِ فکر صحرا کے ساتھ ساتھ انساں سب
سوچتے تھے کیا ہیں یہ راز ہائے امکاں سب
ایک بوند پانی میں موجزن سمندر کو
دیکھ کر پریشاں تھی شہرِ علم کی دائی

اور سونپ آئی وہ ماں کو اُس کی بینائی
پھر قریش والوں نے تازہ رو خوشی پائی
سوختہ بدن پودے لہلہا اُٹھے جیسے
شعلہ بار موسم میں فصلِ نو بہاروں کی

ہر نفس مہک اُٹھی قسمتوں کے ماروں کی
گنگنا اٹھی وادی خشک آبشاروں کی
واہموں کی بستی کا سانپ نیم مردہ سا
رینگنے لگا چُپ چُپ پھن سکوڑ کر اپنا

بھاگنے لگے ڈھونگی ڈھونگ چھوڑ کر اپنا
بھوت اپنے ڈیروں سے جال توڑ کر اپنا
اس طرح نکل بھاگے جیسے آہنی پُتلے
ضرب آتشیں پاکر موم سا پگھل جائیں

یہ کہ اک اشارہ تھا لوگ اب سنبھل جائیں
راہِ راست پر چل کر جہل سے نکل جائیں
باشعور سمتوں نے بارہا کیا محسوس
ایک راہی کی خاطر بے قرار تھیں راہیں

پرُسکون وادی کی مضطرب چراگاہیں
ایک ساتھ سنتی تھیں واہ واہ اور آہیں
اور پھر وفاؤں نے رکھ دیے قدم اپنے
منتظر بیاباں کے بے قرار سینے پر

ہر درخت نغمہ گر، نعت خواں ہر اک پتھر
اور سکوت گا اُٹھّا دیکھ دیکھ کر جوہر
پتّیاں ببولوں کی بکریوں سے سنتی تھیں
شفقت و شرافت کے دلنواز افسانے

اور طفلِ دانا کو کون آئے سمجھانے
خود مشاہدہ کرتے اپنی انگلیاں تانے
ہر گھڑی تجسّس تھا آپ کی نگاہوں میں
یہ زمین کس کی ہے، آسمان کس کا ہے

رہ رہے ہیں سب جس میں وہ مکان کس کا ہے
اور لامکانی پر سائبان کس کا ہے
کس کے حکم سے ندیاں بہہ رہی ہیں دھرتی پر
کس نے بخش دی اونچے پربتوں کو اونچائی

کس نے دی سمندر کو بے پناہ گہرائی
کس کے حکم سے موسم لے رہے ہیں انگڑائی
کون ان ہواؤں کی ڈور ہاتھ میں رکھ کر
ابر کی اڑانوں کو راستہ دکھاتا ہے

کون اِن پہاڑوں پر بجلیاں گراتا ہے
خشک ریگزاروں میں فصلِ گل اُگاتا ہے
کیوں بدلتے رہتے ہیں صبح و شام کے منظر
کس کے اک اشارے پر رات دن ہیں گردش میں

مہر و ماہ و انجم اور سال و سن ہیں گردش میں
یہ تمام سیّارے پل بہ پل ہیں گردش میں
دور اُفق پہ دھرتی سے آسماں ملا کیوں ہے
اور یہ چراگاہیں کس کی مہربانی ہے

اس زمیں کی مٹّی میں آگ ہے کہ پانی ہے
کائنات پر ہر دم کس کی حکمرانی ہے
پھر پہاڑ پر چڑھ کر ہر سوال دہراتا
بکریوں کی آنکھوں کا لاجواب بھولا پن

ہر طرف تجسّس کا اک دُھلا دُھلا دامن
ایک دائمی عظمت سمت سمت میں روشن
دعوتِ طرب دے کر تھیں بہت ہی شرمندہ
ناچتی ہوئی راتیں شہر کی فصیلوں پر

کیا جنون طاری تھا اُن دنوں قبیلوں پر
خیمہ زن حسِ باطل بے لباس ٹیلوں پر
اور ایک شب چاہا آپ جا کے دیکھ آئیں
حسنِ رونقِ شادی، جشنِ خانہ آبادی

برق بن کے ناچ اُٹھّی بے لگام آزادی
اک عجیب عالم تھا موج اور مستی کا
عشرتوں میں ڈوبا تھا فرد فرد بستی کا

ہر کسی کا گھیرے تھے زلف کے گھنے سائے
سانپ جیسے مستی میں پھن اٹھا کے لہرائے
مے پرست ہونٹوں کی اس قدر بلا نوشی
انگ انگ بے خود اور بے حجاب ہوجائے

لفظ لفظ شعلہ اور قصّہ قصّہ آتش داں
مشتعل جوانوں کی پھولتی ہوئی سانسیں
شور کے تلاطم میں غرق عیش کی وادی
برق بن کے ناچ اُٹھّی بے لگام آزادی

رقص کی تمازت سے بزم یوں جلے جیسے
کوئی سر پھرا زندہ مچھلیاں تلے جیسے
ہانپتے ہوئے سینے، چیختے ہوئے بربط
خواہشات کا اجگر آگ پر چلے جیسے

نرم نرم رانوں کا گوشت اور نشیلی شب
گرم گرم ہونٹوں کا لمس اور رنگینی
عاقبت کی پروا سے دور ساری آبادی
برق بن کے اُٹھّی بے لگام آزادی

لذّتوں کے دریا میں غوطہ زن سفینے سب
بیٹھ جائیں جب جب بھی لوگ آگ پینے سب
بے حواس آنکھوں میں جاگتا نشہ جیسے
غفلتوں کے ایواں میں چڑھ رہے ہوں زینے سب

نو بہ نو طریقوں سے اہتمامِ دل گیری
دل فریب ساعت کو چاٹ چاٹ کر چومے
جوشِ عیش کوشی میں ہر نفس جنوں زادی
برق بن کے ناچ اُٹھّی بے لگام آزادی

صرف رنگ مستی کا شاد کام چہروں پر
جھوم جھوم کر ناچے شر تمام چہروں پر
کفر کی طرب ناکی پسلیوں کو گرمائے
اک طلسمِ تازہ کا اہتمام چہروں پر

بے لباس لمحوں کے شعلہ بارِ عالم میں
عرش دیکھتا جائے فرش پر خموشی سے
آدمی کے ہاتھوں سے آدمی کی بربادی
برق بن کے ناچ اُٹھّی بے لگام آزادی

اس طرف یہ عالم تھا اور آپ کے آتے
لعنتوں کی بارش میں تن گئے کئی چھاتے
نیند آگئی گہری سو گئے وہیں حضرت
اور کی قدم بوسی صبح کے اجالوں نے

پھر کبھی نہیں چھیڑا ان برے خیالوں نے
اور معجزہ دیکھا سب قریش والوں نے
سر زمینِ مکہ پر آفتِ اکال اتری
ابر کی علامت سے آسمان خالی تھا
باغِ زیست میں بے کل ایک ایک مالی تھا

اب نہ جانے کیا ہوگا ہر کوئی سوالی تھا
بھوک ، پیاس ، گرمی سے تلملائی وادی میں
سر جھکائے بیٹھی تھیں تشنہ لب ہوائیں بھی

چھن گئیں مناظر سے ان کی سب قبائیں بھی
راستہ نہ تھا کوئی جس پہ لوگ جائیں بھی
اس الم کے عالم میں حضرتِ ابوطالب
آئے جانبِ کعبہ ساتھ آپ کو لے کر

بُت اُداس اور سہمے، بُت پرست بھی مضطر
ظاہر اور باطن میں اضطراب کا منظر
جب فصیلِ کعبہ تک آپ نے رسائی کی
آسماں کے آنگن میں بادلوں کی ہلچل تھی

فکر کی شکن ڈُھل کر ہر جبیں سے اوجھل تھی
گھن گرج کی بارش سے یہ زمین جل تھل تھی
گھل گئی فضاؤں میں اعتماد کی خوشبو
اک پیامِ نو ٹھہرا یہ کرشمہ قدرت کا

یعنی آنے والا تھا پھر نظام وحدت کا
شرق و غرب میں پھیلے کفر سے بغاوت کا
اور ایک دن دیکھا رہ گزارِ ہستی نے
ملکِ شام کی جانب کارواں سفر میں تھا

بے سفر دشاؤں کا رازداں سفر میں تھا
آسمان کے نیچے آسماں سفر میں تھا
ریت سے بھرے ٹیلے، دھوپ میں دھرے چشمے
مل کے جب بچھڑتے تو اشکبار ہو جاتے

پیڑ آپ سے مل کر پُربہار ہو جاتے
نغمہ ریز و خوش چہرہ سنگ زار ہو جاتے
لمس اُن نگاہوں کا وادیوں کے سینوں میں
عزم اور شجاعت کا اعتبار بھر دیتا

ہر تھکن سے راہی کو بے نیاز کردیتا
لو بھرے تھپیڑوں میں نرمیاں سی دھر دیتا
عمر سال بارہ کی اور صبر صدیوں کا
آفتاب کی صورت رخ پہ آپ کے روشن

ہر پڑاؤں کا حافظ رحمتوں بھرا بچپن
فیضیاب ہر جھرنے، ہر پہاڑ، ہر گلشن
پیچھے چھوٹتے جاتے شہر، گاؤں اور ڈیرے
اور منتظر آگے ملک شادمانی کا

ملکِ شام خوشبو کا اور خوش بیانی کا
رنگ و نور و نغمہ کا رقص اور جوانی کا
دلبری ، دل آزاری ، سادگی ، اداکاری
ساحری ، ہنر بازی ، شاعروں کی استادی

ملکِ شام کا مطلب رنگا رنگ آبادی
ہر نگاہ سے سب کو سوچنے کی آزادی
علم اور تجارت کے اس حسین مرکز میں
ایک بوڑھا راہب بھی نیک ذات رہتا تھا

اس کی سوچ کا سایہ شش جہات رہتا تھا
اور وہ اکیلا بس اپنے ساتھ رہتا تھا
بھیڑ کے جھمیلوں سے دور ایک حجرے میں
نام سے بحیرا اور کام حق شعاری تھا

وہ یقین و ایماں سے علم کا پجاری تھا
اور اس کی رگ رگ میں فرضِ دین داری تھا
قافلے کو دیکھا جب دور پار وادی کے
دوربیں بحیرا کی جگمگا اٹھیں آنکھیں

اک نبی کی آمد پر مسکرا اٹھیں آنکھیں
شان میں محمد ﷺ کے گیت گا اٹھیں آنکھیں
گیت گاتی آنکھوں نے گرد چیر کر دیکھا
ایک ایک پتھر اور ہر شجر تھا سجدے میں

بے خبر تھا سجدے میں، باخبر تھا سجدے میں
شاخ شاخ پر مہکے گل کا سر تھا سجدے میں
پھر بحیرا بول اُٹھّا ہے یہی نبی ﷺ جس کا
سر زمینِ آدم کو انتظار تھا کب سے

آسمان پر سورج بے قرار تھا کب سے
چاند اور ستاروں میں اضطرار تھا کب سے
کب سے راہ تکتی تھی وادیوں کی خاموشی
اور سکوت شہروں کا دست بستہ بیٹھا تھا

کب رسول آئیں گے پربتوں نے پوچھا تھا
کب اذان گونجے گی یہ سوال گونجا تھا
پھر بحیرا بول اُٹھّا طفل ہے یہی جس میں
سب علامتیں روشن منتظر نبی ﷺ کی ہیں

یہ نشانیاں ساری معتبر نبی ﷺ کی ہیں
اور سبھی ادائیں بھی سر بہ سر نبی ﷺ کی ہیں
پھر بحیرا نے پکڑا دستِ ابنِ عبداللہ
اور کہا ابوطالب! یہ جہاں کی قسمت ہے

یہ زمیں کی قسمت ہے، آسماں کی قسمت ہے
آنے والی دُنیا کے ہر زماں کی قسمت ہے
سودخور و سازش گر سب یہود فتنوں سے
رب کی اس امانت کو اب تمھیں بچانا ہے

نبوّت

''لولاک'' کا تیسرا دلکش حصّہ ''نبوّت'' ہے۔ یہاں دو دو شعر کے اڑسٹھ (68) بند یعنی کُل ایک سو چھتیس (136) شعر ہیں۔ بعض شعر مردّف اور بعض غیر مردّف ہیں۔ ''نبوّت'' کا تمہیدی حصّہ تقریباً بائیس (22) اشعار پر پھیل کر ''غارِ حرّا'' پر ختم ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ ''نبوّت'' کا پیش خیمہ ہے کہ دُنیا کا کوئی مقام یا کوئی زمان ہدایت سے خالی نہ رہا اس لیے شاعر نے اس تمہیدی نبوّت کے چہرے میں یہ بتانے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ دُنیا تکامل، اور تغیر کے راستے پر گامزن ہے، یہاں جمود، سکوت، نہیں بلکہ حرکت اور اضطراب کی تازگی ہے جس سے نئ نئ تہذیبیں اور ترقی پذیر تمدنوں کا رواج ہوتا ہے۔

چندر بھان خیالؔ کا تخیّل اس تغّیر کی تاثیرات کو خلاؤں، فضاؤں، زمینوں، آسمانوں کے علاوہ جمادات، نباتات، حیوانات اور سب سے ممتاز انسانوں کے شعور افکار اور کلچر سے مضمون کو قوت، قدرت اور معنوی عظمت عطا کر کے انسانی ارتقا کی فضا ساز گار کرتا ہے، یہاں یہ شاعر کی فکری تازگی کا کرشمہ ہے کہ مطالب خشک اور مشکل ہونے کے باوجود مصرعوں میں گُلِ تر کی رنگینی اور خوشبو سے معطر ہیں اس کے ساتھ ساتھ اشعار اپنی سادگی، سلاست، روانی، شگفتگی، جذبات کی فروانی اور نغمگی سے لبریز بھی ہیں اور یہ ہنر شاعر کی قادرالکلامی کی دین ہے۔

خیالؔ اپنے خیال کو پُر اثر بنانے اور معنی آفرینی سے سجانے کے لیے ایسے الفاظ کے جھرمٹ بناتے ہیں جو سمٹے تو خیال کا جوہر اور پھیلے تو تشریح کا دفتر معلوم ہوتے ہیں۔ اسی تمہیدی شعروں کے ان الفاظ پر غور کریں کہ ان کی وجہ سے

مصرعے فلک بوس ہوگئے ہیں مثلاً دوشِ خلا، ساکت و جامد تنہائی، افکار کے لشکر، تخریب کی کوکھ، بوڑھی صدیاں، تغیّر کے بادل، اُجلے سائے، بیمار تمدن، اگتے ہوئے سورج، درد شکستہ پائی وغیرہ۔

ان الفاظ کا کرشمہ اور ان کی وجہ سے مصرعوں میں معنی آفرینی ذیل کے مصرعوں میں ملاحظہ کریں۔ ہم نے مطالب کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے چند مصرعوں کو چن کر یہاں اکٹھا کر دئے ہیں جن میں صدیوں کی تربیت اور موضوع کی تفسیر مہک رہی ہے۔

''نبوت'' کا مضمون یوں طلوع ہوتا ہے۔

جب دوشِ خَلا پر خاموشی بیٹھے ہوئے اُکتا جاتی ہے
اور ساکت و جامد تنہائی خود آپ سے گھبرا جاتی ہے

افکار کے لشکر پھرتے ہیں اک دھار لیے تلواروں میں
اور نقشِ کہن کی لاشیں پھر بِکتی ہیں سبھی بازاروں میں
بگڑی ہوئی شکلیں مٹتی ہیں انداز بدلنے لگتے ہیں
تخریب کی کوکھ میں پلتی ہے، تدبیر نئی، تعمیر نہیں

بنتی ہے پرانے ہاتھوں سے تمہید نئی ، تصویر نئی
ہوتی ہے یہاں پرواز نئی ، تقریر نئی ، تحریر نئی

شاعر نے اوپر کے اشعار میں ہم قافیہ الفاظ تدبیر، تعمیر، تصویر، تقریر، تحریر کو ''نئی'' کی تکرار سے باندھ کر معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ غنایت کا رس بھی مصرعوں میں بھر دیا ہے۔

شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کے ظہور سے قبل کا ہولناک منظر نامہ اور دردناک انسانی محضر یوں پیش کیا ہے جس میں ہر لفظ خود درد و رنج و تشویش کا دفتر معلوم

ہوتا ہے۔

پتّھر پہ کبھی جو گزری نہیں انساں پہ گزرنے لگتی ہے
اُگتے ہوئے سورج کا رخ بھی مایوس دکھائی دیتا ہے
بیمار تمدّن کے منہ میں ہر لفظ اٹکنے لگتا ہے
گھبرائی ہوئی بوڑھی صدیاں مُڑمُڑ کر دیکھتی ہیں پیچھے

حضورﷺ اکرم کی آمد کی تیاری میں عالم آراستہ کیا جاتا ہے۔

سوکھی ہوئی پیاسی دھرتی پر اڑتے ہیں تغیرّ کے بادل
فردا کے سبھی اُجلے سائے لمحوں کو چمک دکھلاتے ہیں
سمتوں میں بھڑکتے ہیں شعلے امید بھرے ارمانوں کے
افسردہ فضا میں گونجتا ہے تکبیر کا نعرہ کچھ ایسے
تعمیر کی تازہ اور نئی اک راہ دکھانے لگتا ہے

شاعر سب مطالب استعاروں اور علامات سے سجا کر قرطاس پر بکھیر رہا ہے۔ سوکھی دھرتی پر تغیرّ کے بادل، اجلے سایوں کی چمک، ارمانوں لبریز، بھڑکتے شعلے، افسردہ فضا میں تکبیر کا نعرہ...... یہ سب کچھ ایک نئی راہ کا راہبر بن جاتا ہے اور انسان اپنی تقدیر بنانے لگتا ہے۔

پھر راہ نئی، پھر عزم نئے، پھر سوچ نئی پھر خواب نئے
مینار گرا کر پھر سے نیا مینار اٹھانے لگتا

یہاں شاعر بتا رہا ہے کہ انسان پرانی شریعتیں اور رسومات اور اعتقادات کو مٹا کر نئے اور تازہ عقاید اور افکار سجانے لگتا ہے۔

یہاں چندر بھان خیالؔ نے مضمون کو ''غارِ حرا'' پر گریز کیا ہے جو فنی بالیدگی کا حاصل ہے ذیل کے چار مصرعوں میں دو عالم کی وسعت کو سمو دیا ہے۔ یہاں واقعہ نگاری تو ہے ہی مگر اس شعر کا حُسن اس کی معنویت اور الفاظ میں پوشیدہ اور پیچیدہ مطالب سے ہے۔ یہاں ذیل کے چھے مصرعے اک مکمل روداد ہے۔

یہ غارِ حرا بھی شاہد ہے انساں کی نئی اونچائی کا
تحقیق کے تیشوں کی گرمی، افکار کی بزم آرائی کا
سینتیس برس کی عمر ہوئی جب نیک صفات محمد ﷺ کی
اس غار میں جا کر بیٹھ گئے اور فکر جہاں فرمانے لگے
اور دیکھ کے آپ کی محویت خلوت کو پسینے آنے لگے
اس گوشۂ تنہائی کی طرف عرفان کے جلوے جانے لگے

''لولاک'' کئی جہات سے دوسری نعتیہ نظموں سے جدا ہے اور اس طرح کی نعتیہ نظمیں اُردو ہی نہیں بلکہ فارسی میں بھی نایاب ہیں۔ اولاً یہاں شاعر عالم تو ہے مگر عقیدہ کے لحاظ سے مسلمان نہیں ہے وہ مورخ، عالم دین اور قرآن کا حافظ نہیں ہے بلکہ وہ ایک قادر الکلام شاعر ہے۔ یہ نعتیہ نظم بیانیہ موضوع رکھتے ہوئے بھی دوسری نظموں کی طرح بیانیہ نہیں ہے یہاں ساری روداد شعری پیرائے میں شعریت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔

سارے مطالب کبھی مرصّع و مسجع لہجہ اختیار کرتے ہیں تو کہیں محاوروں اور امثال کے باعث معنی آفرینی کا گلشن بن جاتے ہیں۔ شاعر نے مفرّس اور معّرب الفاظ کم از کم مضمون کی رعایت سے استعمال کیے ہیں اگر چہ وہ الفاظ اور تراکیب خود نگینہ بن کر مصرعوں کو رونق بخشتی رہے ہیں۔ محاسن لفظی و معنوی، صنائع تضاد، تکرار اور گاہی مقامات پر صفتِ ایہام اور تجنیس کی کرشمہ سازی عیاں اور نہاں ہے۔

اس نظم کو پڑھنے والا بہت جلد ان نکات کو جان کر ''لولاک'' کی انفرادیت کا اقرار کرلیتا ہے۔ یہاں دلکش اور دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ نظم کا تسلسل کہیں بھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔ ''لولاک'' کہ اس حصّے میں شاعر نے ''غارِ حرا'' میں حضور ﷺ اکرم کے تفکرات، جبریلِ امین کے پیامات، اقرا (پڑھنے) اور پہچانے کے احکامات، اعلانِ نبوت کے متنازعہ حالات، قدیم رسویات سے

بیزاری اور توحیدی پیام کی پاسداری، جوق در جوق لوگوں کی اسلام پذیرائی اور کافرین و مشرکین کی کینہ اور دشمن پروری پر خوب صورت اشعار نظم کیے ہیں۔ رمضان کی شب قدر ہو یا فرش سے عرش کا معراج کا سفر شاعر نے اِسے اپنی فکر و نظر سے رقم کیا ہے۔ ہم یہاں اختصار سے اشاروں، علامتوں، فقروں اور مصرعوں میں مطالب پیش کریں گے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم غارِ حرا کی خلوت میں توحید کی جلوہ نمائی کے بارے میں تفکّر کرتے تھے کہ ان گمراہ قبیلوں اور پتھر کے بت پوجنے والے وحشی جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہیں کس طرح سے ایمان کی طرف بلائے جا سکیں گے۔

ان خام عقاید کے آگے حق بات نمایاں کیسے ہو
بھٹکے ہوئے وحشی طبقوں میں ایمان کا ساماں کیسے ہو
یہ زخم زدہ بھوکی راتیں اور خوفزدہ یہ پیاسے دن
ان سب کا مداوا کیسے ہو، دن رات پہ قابو کس کا ہے

شاعر پھر جبریلِ امین اور اقرا یعنی پڑھنے پڑھانے کا ساز چھیڑ دیتا ہے۔ چندر بھان نے جبریلِ امین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مکالمے کو نورِ حق کی روشنی سے اُجالا بنا دیا۔

لفظوں کی تجلّی سامنے تھی بجلی سی فضا میں لہرائی
''دیکھو، یہ پڑھو'' اک بھاری صدا کانوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کیا جو خالق اور مالک ہے جس نے

ع : اک خون کے جامد قطرے سے انسان کو جس نے پیدا کیا
ع : سب علم دئے اور سیکھنے کے سامان کو جس نے پیدا کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کا پڑھنا تھا کہ ہر طرف اجالوں کی بارش ہونے لگی

ع : ایمان کا نغمہ گونج اٹھا ہر جانب ساری فضاؤں میں

ے : اُجلی اُجلی امواجِ کرم شفّاف قباؤں کی صورت
باطل کی جبیں پتھرانے لگی پتّھر کے خداؤں کی صورت

اس شعر میں شاعر نے نورِحق کے اجالے سے پہلے مصرعے میں کرم کی موجوں کی روشنی بکھری ہے اور اس کو سفید شفاف قباؤں سے تشبیہ دی ہے جب کہ باطل جو پتّھر کے بتوں کی پرستش کرتے تھے ان کی پیشانی کو محاورے میں پیش کر کے پتّھر کے بتوں پر تمام کیا ہے۔ یہ شعر عمدگی کی میزان پر صنعتِ ابداع میں تلتا ہے۔شاعر نے اسی وحی کے نزول کے بعد جو حضور ﷺ اکرم کی کیفیت بیان کی ہے ''سہ بعُدی'' (Three Dimensional) حالت کی عکاسی کرتا ہے۔

پیغام و وحی کی یہ حالت جب ختم ہوئی تو پیارے نبی ﷺ
تیزی سے بڑھے گھر کی جانب دم سادھے ہوئے گھبرائے ہوئے

آنکھوں میں تحیّر اور دل پر اک خوف کا بار اٹھائے ہوئے
تکبیر کی لمبی چادر کو سب انگوں سے لپٹائے ہوئے

عارض پہ پسینے کی بوندیں، ہونٹوں پہ لرزتی خاموشی
گھر آ کے سنبھالا خود کو اور آغوشِ رِدا میں جا پہنچے

شاعر نے حضور ﷺ پر آواز اور پیام کا اثر دکھایا جو روح کی گہرائی تک پہنچ گیا اور جس کی گونج سارے کون و مکان میں گونجے لگی۔

حرفوں میں طہارت کی طاقت، لفظوں میں صداقت بہنے لگی
اظہار کی ہر ہر کاوش میں اللہ کی عظمت بہنے لگی

یہاں شاعر نے حضور ﷺ اکرم کی شریکِ حیات حضرت خدیجہؓ کو بھی شامل کر دیا اور ان کے دھن مبارک سے حوالے ثبت کر دے۔

جو دیکھا سنا اور جو گزرا ، جانا تو خدیجہؓ بول اٹھیں

واللہ رہے ثابت قدمی اب شانِ رسالت آپ سے ہے

آغازِ تغیّر آپ سے ہے، قوموں کی قیادت آپ سے ہے
ہاں! آپ رسول ﷺ خدا ٹھہرے، دُنیا کی حفاظت آپ سے ہے
اب دین کی راہیں وا ہونگی ، ایمان کا سورج چمکے گا

اس نظم کا حُسن یہ بھی ہے کہ شاعر یہاں کچھ پیکر التزامی سجالیتا ہے جیسے یہاں نور، روشنی اجالا، اور روشن اجسام وغیرہ چناچہ اس عمل سے تجلیاتی نظام نکھر جاتا ہے اور پڑھنے والا اسطروں اور بین السطور اس اجالے کو دیکھنے لگتا ہے۔ ہم یہاں چند مصرعوں کو جوڑ کر مضامین کی بوقلمونی کے ساتھ ساتھ شعری بالیدگی کا بھی ہنر پیش کرتے ہیں۔

ع : سینے میں اُجالے بھر دیتی آواز کی اُجلی شرینی
ع : یہ چاند، ستارے اور سورج آغوشِ فلک میں رقص کناں
ع : شب قدر کہ جس کے دامن میں تھا غار کا ہر گوشہ روشن

پھر مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے شاعرانہ حُسن دیکھیئے۔

اک برق اٹھی پھر تیزی سے اور چاروں طرف بل کھانے لگی
شعلے کی مہکتی آنچ سے پھر پیغام کی خوشبو آنے لگی

پہچانو مجھے جبرئیل ہوں میں اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے
اب ترک کرو چادر پوشی اور سامنے دیکھو دُنیا ہے
دُنیا کو سنا دو خوش خبری اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں
تم جاؤ عمل کے میداں میں اور جاکے کہو اللہ اکبر

چندر بھان کا شعری عمل تلمیحات اور اصطلاحات اور اسمائے متبرکہ کا حامل ہوتا ہوا بھی سادہ اور سلیس اور عام فہم اس لیے بھی ہوتا ہے کہ اس میں ادق الفاظ

اور تراکیب نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ حضورﷺ کی بعثت یعنی نبوت کے اظہار سے مکّہ حجاز میں مخالفین اور مشرکین کی صفّیں متحد ہوگئیں۔ یہاں شاعر نے کئی درجن مصرعوں میں اس ماحول کو نظم کیا ہے۔

بے چین ہوئے خواہش کے بت عیش اور آرام کی دلدل میں
بکھرے ہوئے نفس کے ناگ سبھی سہمے سمٹے پھنکار اٹھے
اور شر کے پجاری ہیکل سے نکلے اپنی تلوار لیے

تفریق و تعصب کی رسمیں ، جینے کی بجھی اقدار لیے
دن رات حفاظت کرنے لگے اپنے اپنے بت خانوں کی

اس توحیدی پیام کے بعد حضورﷺ اکرم پر ہر طرف اور ہر طرح کا ظلم و جور روا سمجھا گیا۔ شاعر نے اشاروں میں بات کی ہے۔ یہ نبوّت کے علمبردار پر بڑا سخت امتحان کا وقت تھا۔

سازش، پتھّر، غصّہ، ماتم کفّار کی ظلمت گاہوں میں
اک سمت فسونِ بانگِ درا، اک سمت جنونِ شرک و بدی
راحت کے نہیں آثار کوئی وہ جہدِ مسلسل کا عالم

خیاؔل نے ماحول کی گندگی اور کشیدگی کو تفصیل سے بیان کرکے یہ بھی بتایا ہے کہ حضورﷺ کے ساتھی اصحاب بڑھتے گئے اور یہ کاروانِ عشق مضبوط اور مستحکم ہوتا گیا۔ اگرچہ شاعر نے تفصیل سے ان نکات پر روشنی ڈالی ہے جس کو پھر واقعۂ معراج سے جوڑا ہے۔ ہم بغیر کسی مزید تشریح اور تفسیر کے چند مصرعے یہاں جوڑتے ہیں۔

موقعوں کی پرستش میں ڈوبے ذہنوں کی غلاظت چاروں طرف
بے نور خداؤں کی خاطر لوگوں کی عداوت چاروں طرف
اخلاق و خلوص اور مہر و وفا سب غار میں دبکے دبکے سے
افراد کی دہشت گردی کا منھ توڑنے والا کوئی نہیں

قانون نہیں، انصاف نہیں، دل جوڑنے والا کوئی نہیں
بڑھتے ہوئے ظلم کے دھارے کا رُخ موڑنے والا کوئی نہیں

اُمیدوں کے ایسے عالم میں ہر ایک مصیبت ڈھوتے ہوئے
اسلام کا سورج چڑھتا رہا تعدادِ مسلماں بڑھتی رہی

محفل محفل، مجلس مجلس تعلیم القرآں بڑھتی رہی
مسدود ہوئی راہیں شر کی اور سرحدِ ایماں بڑھتی رہی
لفظوں کی صداقت کے چرچے لمحوں کی زباں پر ہونے لگے
وادی میں نمایاں چاروں طرف توحید کے مظہر ہونے لگے
اور شانِ نبوت بڑھتے ہوئے اس اوج پہ جا پہنچی یعنی
معراج کی وہ شب آ ہی گئی جس شب کی سحر سبحان اللہ

''نبوت'' کے آخری حصّے میں چندر بھان خیالؔ نے بڑے اہتمام واحترام کے ساتھ معراج کا مفصل ذکر دس بارہ بند میں کیا ہے۔ یہاں شاعر نے چھے سات مقامات پر ایک مصرعے کی تکرار کر کے معراج کو دوآتشہ بنادیا ہے۔ یہ مصرعے بیانیہ ہوتے ہوئے بھی ضائع شعری کی لطافت سے آراستہ ہے۔

ع : اک فرش نشیں کی عرش تلک معراج سفر سبحان اللہ

یہاں فرش کے تضاد میں عرش اور معراج کے سفر کی عظمت اور اہمیت و انفرادیت کو شاعر نے ''سبحان اللہ'' کے جاویداں کلمہ سے فلک بوس کر دیا۔ شاعر نے حضور ﷺ اکرم کو معراج میں بجلی کی رفتار سے تیز ''براق'' پر سوار ہو کر جبریلِ امین کے ہم سفر ہو کر بیت الاقصیٰ پہنچ کر سوئے افلاک روانہ ہوتے بتایا ہے۔
اس سفر کے دوران زمان اور مکان ٹھہر گئے تھے۔ اس سفر کے دوران

حضورِ اکرم ﷺ کی اولوالعزم پیغمبروں سے ملاقات اور عبادات میں شرکت بھی بتائی گئی ہے۔ عرش پر ملک اور فرشتوں سے آشنائی، جنت اور دوزخ سے آگاہی، روشنی، عدل و انصاف کا ماحول جہاں اللہ کے لطف و کرم سے عرش نور کامل بن چکا تھا۔

اس معراج کے سفر میں شاعرانہ کرشمہ معنی درمعنی کے دریچے کھول رہا ہے۔ ذیل کے مصرعوں میں ان لفظوں پر غور کریں تو تجلیاتی مناظر اپنی پوری نورانی کے ساتھ ذہن میں اجالا کرتے جاتے ہیں، جیسے طلسمی سناٹے، آغوشِ فلک، ملنے کی للک، پہنائے مکاں، عرفان اور ایماں وغیرہ وغیرہ

سمتوں کے طلسمی سنّاٹے آغوشِ فلک میں جھوم اٹھے
افلاک پہ نبیوں کے دل بھی ملنے کی للک میں جھوم اٹھے
پہنائے مکاں کے مرکز پر تاریخوں کے عنواں ایک ہوئے
دُنیا اور دین کے اعلا تریں افکارِ فروزاں ایک ہوئے
زم زم کی طہارت سے دھویا پھر غیب نے سارے باطن کو
سرکار کے سینۂ صادق میں عرفان اور ایماں ایک ہوئے

تشویش اور یاس کے سب سائے قلب اور جگر سے دور ہوئے
یوں مل کے فرشتوں نے کردی پرواز کی ساری تیاری
بجلی سے زیادہ پھرتیلے وہ براق کے پر سبحان اللہ
اک فرش نشیں کی عرش تلک معراج سفر سبحان اللہ
اک جست میں راہ تمام ہوئی اور بیت الاقصیٰ جا پہنچے

عرش پر موسیٰؑ، ابراہیمؑ اور دیگر پیغمبروں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سب نبیوں نے آپ کی تعظیم کی حضور ﷺ اکرم نے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا اور اعمال کے دفتر میں جزا اور سزا لکھتے انھیں دیکھا۔

ع : قانونِ عدالت کیا کہیے، انصاف کا گھر سبحان اللہ

ملک الموت وہ فرشتہ جو روح قبض کرتا ہے اس کی تصویر کشی داد طلب کرتی ہے۔

ع : نظارۂ ملک الموت غضب آنکھوں میں سلگتے جوالا مکھی

پھر شجر طوبیٰ کے ذکر کے بعد حضور ﷺ تنہا آگے بڑھے اس کیفیت اور منظر کو شاعر نے بڑی خوب صورتی سے اس شعر میں یوں پیش کیا۔

اٹھّا جو حجاب تو قربت کا ضو بار تلاطم چاروں طرف

الطاف و کرم کی بارش اور اللہ کا در سبحان اللہ

معراج کے پُر برکت سفر سے ایک طرف تو نور اور روشنی پھیلی تو دوسری طرف مشرکوں اور منکروں نے سازشوں کے جال بچھا کر معصوم مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا کیوں کہ ان کے عقاید اور مفاد کو پیغمبر اسلام کے پیام سے خطرہ تھا اور اسی خوف میں وہ حق اور رب العزت کے طرف دار ہونے کے بجائے سازش اور شیطان کے جانب دار بن گئے تھے۔

ہم اس گفتگو کو چار مصرعوں پر ختم کرتے ہیں جو استعاروں کی قدرت اور صداقت کی قوت کے الفاظ سے سجائیں گئے ہیں۔

ع : ہر آن بچھائیں جال نئے، ہر وقت ستم ایجاد کریں

ع : مشرک کے گھروندں میں لیکن سازش کے سنپولے پلتے رہے

ے : یہ خوفِ محمد ﷺ خطرہ تھا دولت کی ہوس کے ماروں کو

انسان کے دشمن عیّاروں، شیطان کے جانب داروں کو

اس تحریر کے آخیر میں ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ شاعر نے نبوت جیسے مشکل مذہبی ثقافتی علمی اور عقیدتی مضمون کو عامی اور عالم دونوں کے لیے آسان اور مفید بنا دیا اس کے علاوہ حضور ﷺ اکرم کی غارِ حرا سے معراج تک کے مسائل کو بیش و کم بیانیہ سے زیادہ شاعرانہ اسلوب میں سادگی اور صداقت کے ساتھ پیش کیا۔ یہاں غارِ حرا کی خلوت، دوست اور دشمن کی، جلوت، آیاتِ قرانی کی تلاوت، جبریل امین کی نصرت اور قربت کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی تربیت، بت گری اور بت

پرستی کی مذمت، مساوات، حریت اور آزادی کی جدوجہد کے درس بکھرے ہیں اور خصوصی طور پر معراج کے سفر کی تفصیلی روداد شاعر کے علم و فضل کے ساتھ فن پر دسترس اور الفاظ پر حکمرانی کی سند معلوم ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی تذکر لازم ہے کہ شاعر پیشوا، مفتی، مورخ نہیں ہوتا بلکہ وہ تخلیق کا خالق اور تلمیذالرحمان ہوتا ہے اور اشعار اُس کے قلم کے آثار ہوتے ہیں جن سے اتفاق اور اختلاف کیا جاسکتا ہے۔

تین

نبوّت

جب دوشِ خَلا پر خاموشی بیٹھے ہوئے اُکتا جاتی ہے
اور ساکت و جامد تنہائی خود آپ سے گھبرا جاتی ہے
اذہان نئے پیدا ہوکر سمتوں سے اُلجھنے لگتے ہیں
بے چین خیالوں کے خیمے تن جاتے ہیں اندھے غاروں میں

افکار کے لشکر پھرتے ہیں اک دھار لیے تلواروں میں
اور نقشِ کہن کی لاشیں پھر بکتی ہیں سبھی بازاروں میں
بگڑی ہوئی شکلیں مٹتی ہیں انداز بدلنے لگتے ہیں
تخریب کی کوکھ میں پلتی ہے، تدبیر نئی، تعمیر نہیں

بنتی ہے پرانے ہاتھوں سے تمہید نئی، تصویر نئی
ہوتی ہے یہاں پرواز نئی، تقریر نئی، تحریر نئی
بے کار بدن آوازوں کے مرجاتے ہیں، سنتا کوئی نہیں
جنگل کی سلگتی گرم ہوا شہروں میں اُترنے لگتی ہے

پتھّر پہ کبھی جو گزری نہیں انساں پہ گزرنے لگتی ہے
اور جبر کی ماری ہر آہٹ رہ رہ کے اُبھرنے لگتی ہے
گھبرائی ہوئی بوڑھی صدیاں مُڑمُڑ کر دیکھتی ہیں پیچھے
آگے تو دکھائی دیتا ہے اک شعلہ فگن دستور نیا

بن جاتا ہے جھوٹی رسموں اور قسموں کے لیے تنوّر نیا
یہ وقت اٹھا کر آنکھوں کو جب دیکھتا ہے کچھ دور نیا
سوکھی ہوئی پیاسی دھرتی پر اڑتے ہیں تغیر کے بادل
امروز کے آنسو بہہ بہہ کر ماضی کی پیاس بجھاتے ہیں

فریاد کناں سب سنّاٹے تسکین دلوں میں پاتے ہیں
فردا کے سبھی اُجلے سائے لمحوں کو چمک دکھلاتے ہیں
بدلے ہوئے تیور موسم کے ماحول سے میل نہیں کھاتے
اور ہر ذرّہ موتی بن کر راہوں میں چمکنے لگتا ہے

احساس نئی دنیاؤں کا پھولوں سا مہکنے لگتا ہے
بیمار تمدّن کے منھ میں ہر لفظ اٹکنے لگتا ہے
تاریک سفر لمبا ہوکر جب روز کی عادت بن جائے
اُگتے ہوئے سورج کا رخ بھی مایوس دکھائی دیتا ہے

سب زنگ لگے دروازوں کو کچھ بھی نہ سنائی دیتا ہے
لیکن کچھ عقل کے خانوں کو ادراک بدھائی دیتا ہے
اس طور ہوا جب ملتی ہے معصوم سی اک چنگاری کو
سمتوں میں بھڑکتے ہیں شعلے امید بھرے ارمانوں کے

کردار تھرکنے لگتے ہیں تخلیق شدہ افسانوں کے
چہرے بھی دمکنے لگتے ہیں پوشیدہ سبھی عنوانوں کے
افسردہ فضا میں گونجتا ہے تکبیر کا نعرہ کچھ ایسے
مفروضہ خداؤں کی شکلیں پھر آپ سمٹنے لگتی ہیں

تاریخیں بھی جلدی جلدی سے اوراق پلٹنے لگتی ہیں
باطل کی ادائیں اور سبھی حرکات بھی گھٹنے لگتی ہیں
اور دور اُفق پر بیٹھا ہوا اک سرخ سویرا دُنیا کو
تعمیر کی تازہ اور نئی اک راہ دکھانے لگتا ہے

انسان بھی اٹھ کر اپنی نئی تقدیر بنانے لگتا ہے
مینار گرا کر پھر سے نیا مینار اٹھانے لگتا
پھر راہ نئی، پھر عزم نئے، پھر سوچ نئی پھر خواب نئے
پھر بھول کے بڑھتا ہے آگے ہر درد شکستہ پائی کا

یہ غارِ حرا بھی شاہد ہے انساں کی نئی اونچائی کا
تحقیق کے تیشوں کی گرمی، افکار کی بزم آرائی کا
سینتیس برس کی عمر ہوئی جب نیک صفات محمد ﷺ کی
اس غار میں جا کر بیٹھ گئے اور فکر جہاں فرمانے لگے

اور دیکھ کے آپ کی محویت خلوت کو پسینے آنے لگے
اس گوشۂ تنہائی کی طرف عرفان کے جلوے جانے لگے
پتھر کے بتوں کو پوجتے ہیں کیوں لوگ جواب آخر کیا ہو
ان خام عقاید کے آگے حق بات نمایاں کیسے ہو

بھٹکے ہوئے وحشی طبقوں میں ایمان کا ساماں کیسے ہو
بیٹی سے زنا کرنے والا شیطاں اب انساں کیسے ہو
یہ زخم زدہ بھوکی راتیں اور خوفزدہ یہ پیاسے دن
ان سب کا مداوا کیسے ہو، دن رات پہ قابو کس کا ہے

موسم کے بدلتے تیور اور حالات پہ قابو کس کا ہے
انسان ہے کس کا دست نگر ہر ذات پہ قابو کس کا ہے
پوشیدہ سبھی کے سینوں میں کوئی تو ہے، وہ کوئی تو ہے
وہ کوئی تو ہے جو ہر لمحہ سانسوں کو تسلسل دیتا ہے

اسرار سمیٹے ہستی کے نزدیک ہی چھپ کر بیٹھا ہے
وہ جس نے بنایا دُنیا کو جو قادرِ مطلق و یکتا ہے
وہ کوئی تو ہے، وہ کوئی تو ہے جو روح پہ قابض ہے ہر دم
فرمان سے جس کے پیڑوں کی شاخوں پہ نکلتی ہیں کلیاں

اور دور سمندر سے جا کر ملتی ہیں دوڑ کے سب ندیاں
یہ چاند، ستارے اور سورج آغوشِ فلک میں رقص کناں
پھر سوچ کے تپتے صحرا میں رمضان کی وہ شب آ ہی گئی
شب قدر کہ جس کے دامن میں تھا غار کا ہر گوشہ روشن

سورج کی شعاعوں کی صورت تھا خاک کا ہر ذرّہ روشن
عابد کی نگاہوں کے آگے معبود بصد جلوہ روشن
اور نور مشکّل ہوتے ہی اعصاب سبھی مبہوت ہوئے
مرعوب حواس و ہوش ہوئے آواز فرشتے کی آئی

لفظوں کی تجلّی سامنے تھی بجلی سی فضا میں لہرائی
''دیکھو، یہ پڑھو'' اک بھاری صدا کانوں میں محمدﷺ کے آئی
کی آپ نے ہمت اور پوچھا ''میں کیسے پڑھوں اور کیا میں پڑھوں''
یہ پوچھ کے پھر خاموشی سے اظہارِ کرامت پڑھنے لگے

پھر ہاتھ دبا کر آپﷺ کا جب جبرئیلؑ عبارت پڑھنے لگے
لفظوں کی تجلّی سے ظاہر سن سن کے ہر آیت پڑھنے لگے
''لو نام اُس ربّ کا اور پڑھو جو خالق و مالکِ دُنیا ہے
اک خون کے جامد قطرے سے انسان کو جس نے پیدا کیا

''ہاں! ربّ ہی تمہارا خالق ہے، ہر جان کو جس نے پیدا کیا
سب علم دئے اور سیکھنے کے سامان کو جس نے پیدا کیا''
آیات یہ نازل ہوتے ہی ہر سمت اُجالوں کی بارش
ایمان کا نغمہ گونج اٹھا ہر جانب ساری فضاؤں میں

جنگل جنگل، پربت پربت، صحراؤں اور دریاؤں میں
پہنائے فلک میں دور تلک سہمی سی دشاؤں میں
اعجاز کی حدّت میں لپٹے شعلہ شعلہ الفاظ نئے
لہراتے رہے، گرماتے رہے گھنٹی کی صداؤں کی صورت

اُجلی اُجلی امواجِ کرم شفّاف قباؤں کی صورت
باطل کی جبیں پتھرانے لگی پتھر کے خداؤں کی صورت
پیغام و وحی کی یہ حالت جب ختم ہوئی تو پیارے نبی ﷺ
تیزی سے بڑھے گھر کی جانب دم سادھے ہوئے گھبرائے ہوئے

آنکھوں میں تحیر اور دل پر اک خوف کا بار اٹھائے ہوئے
تکبیر کی لمبی چادر کو سب انگوں سے لپٹائے ہوئے
عارض پہ پسینے کی بوندیں ، ہونٹوں پہ لرزتی خاموشی
گھر آ کے سنبھالا خود کو اور آغوشِ رِدا میں جاپہنچے

آنکھوں میں وہی منظر جیسے پھر غارِ حرا میں جاپہنچے
پھر خواب وہی ، اعجاز وہی ، پھر صحنِ خلا میں جاپہنچے
آواز کا اپنا پن پھر سے گہرائی میں روح کی پھیل گیا
آواز کہ جس کی گیرائی سب کون و مکاں میں گونج اٹھی

پتھر کے لبوں پر ناچ اٹھی اور آبِ رواں میں گونج اٹھی
صحراؤں کے چہروں پر اُبھری، خاموش جہاں میں گونج اٹھی
پیاسا ماضی سیراب ہوا ، تیرہ مستقبل روشن تر
آواز کہ جس کی گرمی سے ہر شئے میں حرارت بہنے لگی

حرفوں میں طہارت کی طاقت، لفظوں میں صداقت بہنے لگی
اظہار کی ہر ہر کاوش میں اللہ کی عظمت بہنے لگی
ہر آن فرشتہ پیشِ نظر ، شعلے کا ہیولہ محوِ سفر
آواز جسے چھوکر پیہم احساس توانا ہوتا رہا

دامن میں نئی تعبیر لیے ہر خواب سہانا ہوتا رہا
بے چین خیالوں کا دل میں آنا اور جانا ہوتا رہا
جو دیکھا سنا اور جو گزرا، جانا تو خدیجہ بول اٹھیں
واللہ رہے ثابت قدمی اب شانِ رسالت آپ سے ہے

آغازِ تغیر آپ سے ہے، قوموں کی قیادت آپ سے ہے
ہاں! آپ رسول ﷺ خدا ٹھہرے، دُنیا کی حفاظت آپ سے ہے
اب دین کی راہیں وا ہوں گی، ایمان کا سورج چمکے گا
دل میں نہ کوئی الجھن پالیں، بے خوف رہیں، بے باک رہیں

لیکن پھر سوچ رہی طاری کیسے الجھن سے پاک رہیں
شبہات کے ابروں سے خالی کیسے یہ سبھی افلاک رہیں
خوابوں کا انوکھا پن لیکن مصروف تعاقب میں ہر دم
سینے میں اُجالے بھر دیتی آواز کی اجلی شرینی

بیمار عقاید کے جنگل، بھٹکے فرقوں کی بے دینی
ان سب سے پریشاں سانسوں میں گھلتی خوشبو بھینی بھینی
اک روز چلے اپنی دھن میں پھر کوہِ حرا کی جانب جب
رستے میں پہاڑ کی چھاتی پر آواز وہی لہرانے لگی

اک برق اٹھی پھر تیزی سے اور چاروں طرف بل کھانے لگی
شعلے کی مہکتی آنچ سے پھر پیغام کی خوشبو آنے لگی
گھنٹی کی ٹناٹن کانوں میں اور دل کا دھڑکنا تیز ہوا
دیکھا تو اُفق کے سینے پر جبرئیل کھڑے تھے پر کھولے

انسان کی شکل و شباہت میں فیضان کے سارے در کھولے
ارشادِ الٰہی ساتھ لیے ، احکام کا ایک دفتر کھولے
چاہا کہ نکل جائیں بچ کر لیکن وہی شکل جدھر دیکھا
آواز اٹھی غفلت نہ کرو یہ حق ہے جو تم نے دیکھا ہے

پہچانو مجھے جبرئیل ہوں میں اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے
اب ترک کرو چادر پوشی اور سامنے دیکھو دُنیا ہے
دُنیا کو سنا دو خوش خبری اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں
تم جاؤ عمل کے میداں میں اور جا کے کہو اللہ اکبر

یوں وقت کی اُلجھی وادی میں اک سوچ ہوئی سرگرم سفر
فرمان خدا کو اوڑھ لیا اور چھوڑ دیا نازک بستر
وہ شخص اکیلا شعلہ نما انذار کی تیغ اٹھائے ہوئے
بے خوف و خطر پھر کود پڑا فرسودہ نظام کی دلدل میں

بے چین ہوئے خواہش کے بت عیش اور آرام کی دلدل میں
آواز کی دھوپ اترنے لگی تیرہ اوہام کی دلدل میں
بکھرے ہوئے نفس کے ناگ سبھی سہمے سمٹے پھنکار اٹھے
اور شر کے پجاری ہیکل سے نکلے اپنی تلوار لیے

تفریق و تعصب کی رسمیں، جینے کی بجھی اقدار لیے
سب اہلِ قریش اور اہل عرب بیکار سے کچھ افکار لیے
تازہ افکار کی خوشبو سے اس قدر پریشاں ہو بیٹھے
دن رات حفاظت کرنے لگے اپنے اپنے بت خانوں کی

بے رنگ قیادت ہونے لگی مفلوج سیاست دانوں کی
حق کا اجلا پن دیکھتے ہی نیند اڑنے لگی نادانوں کی
مذہب کی سیاست پر حملہ برداشت نہ کر پائے تاجر
نفرت کے شرارے بونے لگی نیکی اور خیر کی راہوں میں

سازش، پتھر، غصّہ، ماتم کفّار کی ظلمت گاہوں میں
خلوت کی تمنّا جاگ اٹھی جاگے ہوئے جلوت خواہوں میں
اک سمت فسونِ بانگِ درا، اک سمت جنونِ شرک و بدی
راحت کے نہیں آثار کوئی وہ جہدِ مسلسل کا عالم

حول اور ماحول کے سینوں میں طوفانوں کی ہلچل کا عالم
بدلے ہوئے تیور لمحوں کے صحراؤں میں جنگل کا عالم
جنگل رنگوں اور نسلوں کا، جنگل طبقوں اور فرقوں کا
سب کے اپنے اپنے مذہب، مذہب کی سیاست چاروں طرف

موقعوں کی پرستش میں ڈوبے ذہنوں کی غلاظت چاروں طرف
بے نور خداؤں کی خاطر لوگوں کی عداوت چاروں طرف
اخلاق وخلوص اور مہر و وفا سب غار میں دبکے دبکے سے
افراد کی دہشت گردی کا منھ توڑنے والا کوئی نہیں

قانون نہیں، انصاف نہیں، دل جوڑنے والا کوئی نہیں
بڑھتے ہوئے ظلم کے دھارے کا رُخ موڑنے والا کوئی نہیں
لفظ اور علامت سے جنت، جھوٹ اور خوشامد سے آمد
طاقت کے نشے میں چور سبھی مذہب کے دلالوں کی دُنیا

غربت کی چٹانوں کے نیچے حق چاہنے والوں کی دُنیا
دربار میں دولت کے رقصاں سب زہرہ جمالوں کی دُنیا
تعلیم نہیں، تہذیب نہیں، کوئی نظم نہیں، کوئی ضبط نہیں
ان بے چہرہ حالات میں پھر حق بات کوئی سنتا کیسے

تقدیسِ سحر سے وحدت کے نغمات کوئی سنتا کیسے
شاموں کی طہارت سے نازک جذبات کوئی سنتا کیسے
حق بانگِ درا سے عام ہوا لیکن اک برق گری ان پر
جو راہِ حیات کے رہبر تھے اور قوم و معیشت کے مالک

انساں کے مقدّر کے خالق، انجام و عدالت کے مالک
ہر اونٹ کی آنکھ کی بینائی، ہر بھیڑ کی غیرت کے مالک
اک سمت عذابوں کے اجگر، اک سمت وقارِ عزم و وفا
آتش کے لبوں کو چوم کے بھی بندے توحید سے لپٹے رہے

آواز بہ لب اللہ اکبر اپنی تجدید سے لپٹے رہے
اسلام پہ مرمٹنے والے اس کی تمہید سے لپٹے رہے
شائستہ روی پر جور و ستم، اخلاص پہ وحشت کے حملے
لیکن مضبوط ارادوں کو کوئی بھی تو پسپا کر نہ سکا

رہِ راست و رفاقت و رادی کو رہزن کوئی رسوا کر نہ سکا
سورج سا سلگتا سچ کہ جسے سنسار یہ جھوٹا کر نہ سکا
اسلام نے پوری شدت سے آغوش میں سب کو بھینچ لیا
سجدوں کی اماں میں آ بیٹھے اکھڑے ہوئے بھاری پتھر سب

ذرّوں کی زبانیں پاک ہوئیں، چلاّ اٹھے اللہ اکبر سب
ہر قطرۂ آب میں پوشیدہ ساری دُنیا کے سمندر سب
ہوتا ہے طلوع جہان میں جب تہذیب کا ایک نیا سورج
ظلمات زدہ ہر ایک دشا ملبوس بدلنے لگتی ہے

بوسیدہ فضا کی برفیلی آواز پگھلنے لگتی ہے
اور تازہ ہوا سینہ تانے ہر راہ پہ چلنے لگتی ہے
پھیلے ہوئے یاس کے جنگل میں اُمید کے سوکھے پیڑوں پر
خوش ہو کے بنانے لگتے ہیں راحت کے پرندے گھر اپنا

خوابوں کے سنہرے سائے بھی چلتے ہیں اٹھا کر سر اپنا
آسیب سبھی بے عملی کے باندھے سامانِ سفر اپنا
چل دیتے ہیں منھ کو چھپائے ہوئے انجان جزیروں کی جانب
بے باک فضاؤں میں سانسیں لینے لگتی ہیں تمنائیں

بکھری ہوئی زلفیں شاموں کی اور صبح کی الجھی دنیائیں
خوشبوؤں کے روشن گھیرے میں تازہ ترتیب پہ اترائیں
بہتی ہوئی نرم ہواؤں کے ہونٹوں پہ ترنم کی خوشبو
دن رات کے چہروں پر سُکھ کے آثار ابھرنے لگتے ہیں

بے چہرہ تمدّن کے میلے ملبوس اُترنے لگتے ہیں
آنے والی تاریخوں کے عنوان نکھرنے لگتے ہیں
اُمیدوں کے ایسے عالم میں ہر ایک مصیبت ڈھوتے ہوئے
اسلام کا سورج چڑھتا رہا تعدادِ مسلماں بڑھتی رہی

محفل محفل، مجلس مجلس تعلیم القراں بڑھتی رہی
مسدود ہوئی راہیں شر کی اور سرحدِ ایماں بڑھتی رہی
گوشوں میں سمٹ کر بیٹھے سبھی ذرّات ہوئے بے خوف وخطر
اثراتِ نبوت لوگوں پر دن رات اجاگر ہونے لگے

لفظوں کی صداقت کے چرچے لمحوں کی زباں پر ہونے لگے
وادی میں نمایاں چاروں طرف توحید کے مظہر ہونے لگے
اور شانِ نبوت بڑھتے ہوئے اس اوج پہ جا پہنچی یعنی
معراج کی وہ شب آہی گئی جس شب کی سحر سبحان اللہ

اک فرش نشیں کی عرش تلک معراج سفر سبحان اللہ
سمتوں کے طلسمی سنّاٹے آغوشِ فلک میں جھوم اٹھے
افلاک پہ نبیوں کے دل بھی ملنے کی للک میں جھوم اٹھے

پہنائے مکاں کے مرکز پر تاریخوں کے عنواں ایک ہوئے
دُنیا اور دین کے اعلا تریں افکارِ فروزاں ایک ہوئے
زم زم کی طہارت سے دھویا پھر غیب نے سارے باطن کو
سرکار کے سینۂ صادق میں عرفان اور ایماں ایک ہوئے

تشویش اور یاس کے سب سائے قلب اور جگر سے دور ہوئے
یوں مل کے فرشتوں نے کردی پرواز کی ساری تیاری
بجلی سے زیادہ پھرتیلے وہ براق کے پَر سبحان اللہ
اک فرش نشیں کی عرش تلک معراجِ سفر سبحان اللہ

جبرئیل سفر میں ساتھ چلے اور ساتھ سبھی اسرار نہاں
دھرتی کے سبھی باشندوں کی خوش بختیوں کے دل میں ارماں
اک جست میں راہ تمام ہوئی اور بیت الاقصیٰ جا پہنچے
ہیکل میں سلیماں کے جاکر فرمائی امامت اور وہاں

اس وقت شریکِ نماز ہوئے موسیٰ اور ابراہیم سبھی
آگے کی مسافت آگے بڑھی، انوار سے روشن راہ گزر
قدموں میں حضور کے بکھرے ہوئے سب لعل و گہر سبحان اللہ
اک فرش نشیں کی عرش تلک معراجِ سفر سبحان اللہ

بے انت خلا کے سینے میں سیّاروں، ستاروں سے آگے
خوابوں سے، خیالوں سے بھی پرے اور وقت کے دھاروں سے آگے
افلاک پہ ابراہیمؑ ملے ، ہارونؑ ملے ، داؤدؑ ملے
بیٹھے تھے سلیماں آسن پر تعظیم شعاروں سے آگے

موسیٰؑ سے ملاقاتیں کیں اور ادریسؑ اور آدمؑ سے باتیں
یوں ساتوں فلک کو لانگھ گئے جبرئیل کی راہ نمائی میں
اور آپ ہوئے سب نبیوں کے منظورِ نظر سبحان اللہ
اک فرش نشیں کی عرش تلک معراجِ سفر سبحان اللہ

اک سمت خدا کی جنت اور اک سمت جہنم کا منظر
نیکوں پہ جزاؤں کی بارش، بدکار سزا کی سولی پر
مصروفِ حساب فرشتے سبھی اعمال کے کھاتے کھولے ہوئے
اک کار گہہِ تکلیف و اماں ہر ایک فرشتے کا دفتر

نظارۂ ملک الموت غضب آنکھوں میں سلگتے جوالا مکھی
اور حمد و ثنا میں کھویا ہوا اک اور فرشتہ ڈھیر زباں
قانونِ عدالت کیا کہیے، انصاف کا گھر سبحان اللہ
اک فرش نشیں کی عرش تلک معراجِ سفر سبحان اللہ

اک ساتھ کروڑوں سورج کی کرنوں سے منوّر عرشِ بریں
اور لاکھوں فرشتوں کے سائے، اسرار و رموزِ علم و یقیں
آخر وہ مقام بھی آپہنچا یعنی وہ شجر جس سے آگے
اکمال و جمال کے پردے میں جبارِ جلالہ جلوہ نشیں

جبرئیل ٹھٹھک کر ٹھہر گئے اور آپ ادب سے آگے بڑھے
اٹھّا جو حجاب تو قربت کا ضوبار تلاطم چاروں طرف
الطاف و کرم کی بارش اور اللہ کا در سبحان اللہ
اک فرش نشیں کی عرش تلک معراجِ سفر سبحان اللہ

اس رات کے سینے سے نکلی صحرائی سحر سبحان اللہ
ہر گام پہ خوشبو سے مہکی پر کیف ڈگر سبحان اللہ
مکہ سے مدینہ جاکے ملی توحید کی یہ ذی شان ڈگر
اسلام کے دیوانے جس پر سر اپنا اٹھا کر چلتے رہے

مشرک کے گھروندں میں لیکن سازش کے سنپولے پلتے رہے
انکار کے آتش دانوں میں منکر ہی مسلسل جلتے رہے
اوہام زدہ وحشی سارے معصوم مسلمانوں کے لیے
ہر آن بچھائیں جال نئے، ہر وقت ستم ایجاد کریں

پتھر کے خداؤں کے آگے ہوکر ننگے فریاد کریں
بڑھتے ہوئے خوفِ محمد ﷺ سے کیسے خود کو آزاد کریں
یہ خوفِ محمد ﷺ خطرہ تھا دولت کی ہوس کے ماروں کو
انسان کے دشمن عیّاروں، شیطان کے جانب داروں کو

ہجرت

''لولاک'' کا چوتھا باب ''ہجرت'' ہے جو ایک سوتیس (130) اشعار پر مشتمل ہے۔ہجرت کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کو ان کی جان کی حفاظت اور دینِ حق کے قیام کے لیے دیا گیا تھا۔ جب مشرکین مکّہ اور خصوصی طور پر قبیلۂ قریش دین کو روکنے میں ناکام ہو گئے تو اپنے باہمی مسائل جھگڑے اور اختلافات کو درگزر کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور دینِ اسلام کو مٹانے کی تحریک اور سازش میں ایک پرچم تلے جمع ہو گئے۔

ع : تا کہ دُنیا سے مٹا دیں دین کے آغاز کو

ع : یعنی کر دیں قتل حق کی تازہ دم آواز کو

ے : جن کی اک جستِ طلب نے ختم کر ڈالیں سبھی
آسمان و آدمی کے درمیاں کی دوریاں

شاعر نے بتایا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصل کے پیغمبر تھے وہ فصل سے دوری کرتے تھے۔ وہ دلوں کو جوڑتے تھے اور فاصلوں اور دوریوں کو توڑتے تھے۔شاعر نے کئی بند دوریوں کے گمراہ اور ضرر رساں اثرات بتا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کے مخلصانہ اطوار کا عمدہ ذکر کیا ہے۔

چندر بھان خیاؔل کی نظم کے اُسلوب میں وہ بعض الفاظ اور فقروں کو تلازمے کا رنگ دے کر معنی در معنی کا گلدان بنا دیتے ہیں۔ یہ انفرادیت نہ صرف شعری حُسن کو دوبالا کر دیتی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، کارناموں اور فتوحات کو بھی پیش کر

دیتی ہے۔شاعر دوریوں کو پیش کر کے اس کے نتائج اور پھر اس کے مقاصد و مطالب پر جو روشنی بکھیرتا ہے وہ قابل دید اور سراہنے کے قابل ہے۔ہم یہاں چند مصرعوں کو چن کر اور جوڑ کر پیش کرتے ہیں تاکہ اس جدید طرز میں نعتیہ مضامین کی وسعت اور کیفیت پڑھنے والوں کو اُس ماحول میں پہنچا دے اور ان کے دل و ذہن میں وہی احساس بھی پیدا کر دے جو شاعر کے دل میں ہوتا ہے۔اور جو کامیاب شاعری کا سکّہ رائج الوقت ہے۔

ہم یہاں بغیر کسی توضیح اور تشریح کے ان مصرعوں کو پیش کر رہے ہیں جو سادہ اور سلیس ہیں۔

ع : دوریاں جن کے سبب تقسیم ٹکڑوں میں جہاں

ع : ابنِ آدم رنگ اور نسلوں کی چادر اوڑھ کر

ع : بن گیا تھا نفرت و جنگ و جدل کی داستاں

ع : دوریاں جن کے اثر سے ہر بشر مغرور تھا

ے : آدمی صدق و صفا سے دور الگ ماحول میں
ہول و ہیبت کی گپھا میں جینے پر مجبور تھا

ع : دوریاں جن کے سبب بے فیض تھے سارے علوم

ع : فرقہ فرقہ، طبقہ طبقہ، خانہ خانہ زندگی

یہ جو لوگ دوریاں بڑھاتے تھے وہ حضور ﷺ اکرم جیسے محسنِ انسانیت کے قتل کی سازش میں بھی مبتلا تھے۔

اور رسول اللہ ﷺ کو حکمِ الٰہی مل گیا
آپ ﷺ نے باندھی کمر چپکے سے ہجرت کے لیے

بس یہی تھا راستہ تعمیرِ ملّت کے لیے
صبر کے گھوڑے پہ بیٹھے اہلِ حکمت کے لیے

اہلِ مکہ کی امانت سب علیؑ کو سونپ دی
چل دیئے سرکار آدھی رات میں گھر چھوڑ کر

یہاں شاعری کی شاعری اور نعتیہ اشعار میں سیرت نگاری ہورہی ہے۔ اگرچہ یہاں ہجرت کے مسائل اور واقعات بیان ہورہے ہیں لیکن حقیقت میں پیغام خدا سے دوری کے اسباب اور نتائج سے نقاب کشی کی گئی ہے۔ محسنِ انسانیت کی کوشیش اور قربانیں قیامت تلک یادگار ہیں۔

شاعر نے ہجرتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رُخوں کو عمدگی کے ساتھ نظم کیا ہے۔ ایک طرف اپنی دھرتی سے جدائی، خانہ کعبہ سے دوری، سرزمین مکّہ کے نباتات اور جمادات کے مناظر سے علاحدگی، مکّہ کی فضا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن اور جوانی گزری اُس سے دل توڑ کر اپنی جان بچا کر غارِ ثور کو روشنی بخشتے ہوئے مدینہ کی زمین کو اپنے نور سے منّورہ کردیا۔ سرکار کے بدن کی مہک مدینہ کی فضاؤں میں پھیل گئی۔ انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد میں آنکھیں بچھائیں۔

ع : آمدِ پیغمبرِ اسلام کا لے کر پیام
ع : رُخ مدینہ کی طرف ہے صاحبِ اصحاب کا

یہاں چندر بھان خیالؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کا سراپا امِّ معبد کی زبانی رقم کیا ہے۔ جو اس حصّے کا شہکار ہے۔ مرزا دبیرؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرے کی بابت کہا تھا۔

ے : دو میم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاں روشن ہے
مضموں یہ دلِ شمس و قمر سے پایا

امِّ معبد کے سراپا کی جھلک ان مصرعوں میں دیکھئے۔ اگرچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اکرم حسین ترین بشر تھے لیکن قرآن مجید میں ان کے جمال کے بجائے ان کے کمال اور اخلاق کی گفتگو کی گئی ہے۔ چندر بھان خیالؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی سراپا کو اپنے قلم سے جاویدانی عطا کی، ہم اس طولانی سراپا نگاری سے مصرع اور شعر اس لیے بھی

پیش کررہے ہیں کہ اس کے پڑھنے کا لطف بہشت کی فضاؤں میں پہنچا دیتا ہے۔

چہرۂ پُرنور پر تابانیٔ شمس و قمر
دن میں اجلا پن بکھیرے، رات کو روشن کرے
چودھویں کے چاند جیسا رات کی آغوش میں
دن میں جب دیکھو تو اگتا آفتاب ایسا لگے
پُرکشش، پُرامن، پُرآداب، دلکش، پُروقار
دوجہاں کی تابنا کی عارض و رخسار پر

چہرۂ پُرنور جس پر فکر کی شادابیاں
ہر تھکے ہارے ہوئے راہی کو تازہ تر کریں
اور پیشانی پہ محسوسات کی اونچائیاں
فرض اور انسان کی دُنیا کا اونچا سر کریں

سرمگیں آنکھوں میں مستقبل کی روشن جھلکیاں
کالی پلکوں پر تھرکتا اک تمدّن شاندار
ابروئے باریک میں پوشیدہ سب کون و مکاں

چہرۂ پُرنور جس کو جھانکتی زلفیں سیاہ
نرم اور شیریں لبوں پر گفتگو کی سادگی
جیسے الفاظِ دعا احرام سے لپٹے ہوئے

رنگ گورا ، گول چہرے پر دمکتے سب نقوش
پرُاثر انداز سے ہر شئے پہ چشمِ ملتفت

لمبی گردن، پیٹ ہلکا اور سینہ سخت جاں
درمیانہ قد نگاہوں کو بہت اچھّا لگے
سر سے پا تک پیکر پا کیزگی معلوم ہو
خوشبوئیں اوڑھے ہوئے مضبوط محنت کش بدن

اِس سراپا کمال یہ ہے کہ چندر بھان نے محسوسی مصرع اور فقرے کو غیر محسوسی مصرع کی کیفیت اور حالت سے جوڑ کر معنی آفرین کا دفتر کھول دیا ہے۔

چہرۂ پُرنور تھکے راہی کو تازہ کرر ہا ہے۔ سرمگیں آنکھوں میں تمدن کا شاندار منظر، قد سر سے پا تک پیکر پا کیزگی وغیرہ کا تصرف شعر کو معجز بیانی کا حاصل بنا دیتا ہے۔

روایتی نعت نگاری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کا سراپا بہت ہی دلکش اور دلربا طور پر تشبیہات، استعاروں اور علامات کے نادر استعمال سے کیا گیا ہے یہ سچ ہے کہ الفاظ محدود اور حضرت کا حُسن نامحدود چناں چہ یہ تو شاعر کی قادر الکلامی اور مہارت پر مبنی ہے جس طرح چندر بھان خیاؔل نے کئی مصرعوں میں سراپا نگاری کا جوہر بکھیر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کے کمال اور اخلاق و کردار کا بیان بڑے اعتماد اور شان وشوکت سے کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''انك لعلى خلق العظیم ''یعنی بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کے اخلاق و کردار عظیم ہیں۔ آقائے نامدار کا سراپا بیان کرنے کے بعد شاعر نے ان کے عظیم اور فرشتہ صفت اخلاق کا ذکر شروع کر دیا، شاعر نے یہاں بھی ام معبد کے جملوں اور اشاروں کا سہارا لے کر سیرت نگاری کا پیکر آراستہ کیا۔

ع : آدمی کے بھیس میں جیسے زمیں پر آسماں
ع : جھوٹ اور مہمل بیانی سے نہ کوئی واسطہ
انکساری کا سمندر اور بزرگی کا پہاڑ
اپنے باطن میں سمیٹے عاجزی اور عزم سے

لب ہلیں تو روشنی کا ایک دریا ہو رواں
شفقت و اخلاق سے آراستہ حسنِ سلوک
پیشوائی کا طلسم ایسا کہ سمتیں تابناک
ہر عمل، ہر قول سے ظاہر نبوت کے نشاں

حضور ﷺ کی اخلاق نگاری کے ساتھ شاعر نے بہت خوبصورت اور جامع انداز میں حضور ﷺ کے مشن کی پیش رفت جہاں مخالفت کے ہمراہ جوق در جوق مشرکین مسلمان ہورہے تھے اور آپ کے پیغامات اور احکامات پر سر دھنتے اور جان چھڑکتے تھے۔

ع : حکم کوئی دیں تو سرگرمِ عمل ہو جائیں سب
ع : اور پیامِ رب کی تشریحات سنتے آپ سے

چندر بھان خیالؔ کا کمال یہ بھی ہے کہ انھوں نے اس بے اعتماد، بے نوا معاشرے میں جو اعتماد اور یقین پیغمبر ﷺ اکرم نے پیدا کردیا تھا اس کو مرکز بنا کر ہجرت کے مسائل سے جوڑ دیا جو حضور ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کا سب سے اہم کردار تھا۔

شاعر بتاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے لیے آرام اور نیند حرام کر کے ملت کو آرام سکوں عطا کیا، اور پھر دشمن سے مقابلہ کر کے یقین اور ایمان کی تلقین کی۔ ذیل کے مصرعوں کے ساغروں سے مطلب چھلک رہے ہیں۔

ایک بے آرام لمحہ جاگ اُٹھتا ہے تو پھر
آنے والی سیکڑوں صدیوں کو ملتا ہے سکوں

یعنی شر کے ہاتھ سے تلوار چھینی جائے گی
بے اماں ذہنوں پہ طاری بے یقینی جائے گی
پھر یقین و اعتمادِ زندگی ہوگا بحال

پھر زمینوں پر زمانہ آئے گا ایمان کا
راستہ بھر عقل سے تکرار کرتا ہے یقیں
خود میں پھر اُس عقل کو بیدار کرتا ہے یقیں

نیزۂ حق پھینک دیتا ہے وہ باطل کی طرف
عقل بھی شعلہ صفت جاہل کی محفل کی طرف
رفتہ رفتہ اس یقیں کے ساتھ بڑھتی ہے کہ بس
خاک ہو جاتی ہیں جل کر کافروں کی بستیاں

اسلام دینِ فطرت ہے اس کا چلن عزت نفسی سے زندگی بسر کرنا ہے اگرچہ اس میں اس کی عزت، حرمت، مال و دولت حتیٰ کہ اس کی متاع زیست بھی قربان ہو جائے یہ مسائل ہجرت کے ذیل شاعر نے انوکھے طریقے سے پیش کیے ہیں۔ ذیل کے چند مصرعے اسی فلسفے کی تعبیر معلوم ہوتے ہیں جہاں صبر اور یقین روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اس طویل نظم کے حصّوں میں اتنی توانائی ہے کہ اسلام کی دورنی کیفیت کا محاسبہ کر کے یہ بتا دے کہ اسلام ترقی پسند اور ارتقا پذیر قدروں کا حامل اور قدرداں ہے جہاں جہاد اور معرکہ دفاعی حیثیت کا نظام ہے۔

آزمائش یعنی ایمان و یقیں کا امتحاں
بارشِ بیداد میں صبر و تحمل کا مکاں
صبر کو ہونا ہی ہے انسانیت کی راہ میں

آسماں دیتا ہے اہلِ صبر کو حکمِ جہاد

اور پھر انسان خوش، انسان کا ایماں بھی شاد
اور بڑھ جاتا ہے رب العالمیں پر اعتماد

شاعر نے ''لولاک'' کے اس حصّے کے آخیر میں مدینہ شہر میں خیر مقدم کی قرطاس پر خط کشی کی اور پھر مسجد نبوی کی تعمیر اور اس کی تعظیم اور تنویر و تجلّی دکھائی یہی مسجد النبوی جو ایک چھوٹا سا مقام تھا آج دُنیا کی سب سے بڑی مسجد تصوّر کی جاتی ہے۔

مدینہ کی وادیاں خیر مقدم کے لیے بے قرار تھیں۔

آ گیا خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو ، مدینہ آ گیا
خیر مقدم اک نظامِ زیست کے آغاز کا

خیر مقدم اک تمدن اور اک تہذیب کا
خیر مقدم ایک شہرِ علم و بحرِ نور کا

خیر مقدم آپ کا جو لے کے آئے ہیں کتاب
خیر مقدم رازدارِ گردشِ ایّام کا

محسنِ انسانیت ، پیغمبرِ اسلام کا
چہرہ روشن ہو اٹھا انوار سے جمہور کا

ہر گلی شہرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مہکی ہوئی
پُرمسرت ، باسعادت نیک بندوں کا وطن
وہ یہودی ہو کہ مسلم سب کا اک جیسا چلن

مسجد نبوی کی تعمیر اس کا مقصد اور اس کی عظمت پر کئی عمدہ شعر نظر آتے ہیں، ہم اس تحریر کو مسجدِ نبوی کے چند اشعار پر تمام کرتے ہیں۔

مسجدِ نبوی کا مطلب مرکزِ فکر و عمل
جس کے دم سے نسل آدم خوف سے آزاد ہے

جس کا ہر پتھر خلافِ ظلم و استبداد ہے
ایک ہی صف میں بٹھایا شاہ اور محتاج کو

چندر بھان خیالؔ کہتے ہیں۔

مسجدِ نبوی یہاں اسلام کی بنیاد ہے
زندگی پرہیز اور صبر و ادب کا نام ہے
آدمی انسان بن جائے یہی اسلام ہے

چار

ہجرت

اور پھر ثابت قدم راہی سے تنگ آئے قریش
بھول کر سب اختلاف و انحراف وعیش وطیش
اک نئی سازش کے سائے میں اکٹّھا ہوگئے
تا کہ دُنیا سے مٹا دیں دین کے آغاز کو

یعنی کردیں قتل حق کی تازہ دم آواز کو
آپ ﷺ یعنی کائنات و ذات کے ہمراز کو
جن کی اک جستِ طلب نے ختم کر ڈالیں سبھی
آسمان و آدمی کے درمیاں کی دوریاں

دوریاں جن کے سبب تقسیم ٹکڑوں میں جہاں
بن گیا تھا نفرت و جنگ و جدل کی داستاں
ابنِ آدم رنگ اور نسلوں کی چادر اوڑھ کر
منتشر، بے سمت اور بے راہ تھا محوِ سفر

دوریاں جن کے سبب انسان خود سے بے خبر
ہر کسی پتھر کے قدموں میں جھکا دیتا تھا سر
اور بھٹکتے تھے زمینوں پر زمینوں کے لیے
بے تمدن کارواں منزل بہ منزل، سو بہ سو

دوریاں جن کو ہمیشہ دوریوں کی جستجو
کر نہ پائیں آج تک جو قربتوں کی آرزو
آدمی صدق و صفا سے دور الگ ماحول میں
ہول و ہیبت کی گپھا میں جینے پر مجبور تھا

دوریاں جن کے اثر سے ہر بشر مغرور تھا
دیکھئے جس کو وہ اپنی ذات میں محصور تھا
تیرہ و تاریک لمحے دیکھ کر تھے خوش بہت
دوستی کے نام پر مطلب پرستوں کے ہجوم

دوریاں جن کے سبب بے فیض تھے سارے علوم
جاری و ساری امانت میں خیانت کی رسوم
فرقہ فرقہ، طبقہ طبقہ، خانہ خانہ زندگی
محسنِ انسانیت سے قبل عجب انسان تھا

دوریوں کے دل میں پھر تخریب کا سامان تھا
محسنِ انسانیت کے قتل کا ارمان تھا
ہر مسلماں کے گلے پر آزمائش کی چھری
کانپ اٹھی یہ آزمائش بھی یقیں کے سامنے

کون ٹک پایا ہے رب کے اصل دیں کے سامنے
جلوتیں سب بجھ گئیں خلوت نشیں کے سامنے
اور رسول اللہ کو حکمِ الٰہی مل گیا
آپ ﷺ نے باندھی کمر چپکے سے ہجرت کے لیے

بس یہی تھا راستہ تعمیرِ ملّت کے لیے
صبر کے گھوڑے پہ بیٹھے اہلِ حکمت کے لیے
اہلِ مکہ کی امانت سب علیؓ کو سونپ دی
چل دیئے سرکار آدھی رات میں گھر چھوڑ کر

خانۂ کعبہ کی سب دیوار اور در چھوڑ کر
سر زمینِ پاک کے مانوس منظر چھوڑ کر
مطمئن سینے پہ رکھّی صبر کی سِل اور بڑھے
ہمدم و ہمراز بوبکر اپنے گھر میں مل گئے

سر زمینِ پاک کے اشجار سارے ہل گئے
جس وطن سے تھی محبت ہونٹ اس کے سل گئے
آسماں رویا تو ہوگا جب حضورِ کائنات
اپنی دھرتی ، اپنے لوگوں سے جدا یوں ہوگئے

اور غارِ ثور کے پتھر خوشی میں کھو گئے
قتل کے سارے عزائم ہوش کھو کر سوگئے
تنگ اور تاریک گوشے میں گزاریں تین شب
چل دیئے پھر آپ پوری شان سے سوئے یقیں

خیر باد اے اہلِ مکہ ، خیر باد اے سر زمیں
اور اُدھر بے چین، بل کھاتے ہوئے وہ مشرکیں
جستجو میں آپ کی نکلے سبھی دیوانہ وار
چھو نہ پایا پر کوئی پرچھائیں تک سرکار کی

ہم سفر سب نعت خواں ایسی مہک سرکار کی
جو ملا وہ سرنگوں پاکر جھلک سرکار کی
ساحلی خطّوں، بیابانی گزر گاہوں کے لب
مسکرا اٹّھے مقدس کارواں کے لمس سے

ہر دشا پُرنور اپنے مہرباں کے لمس سے
اور ہوائیں رہنمائے دوجہاں کے لمس سے
بے خود و مسحور ہوکر دوڑتیں ہر سمت میں
آمدِ پیغمبرِ اسلام کا لے کر پیام

رفتہ رفتہ رفتگاں لمحوں کی تکلیفیں تمام
کافروں کی سنگباری اور اذیت کے مقام
اونٹ کے قدموں کے نیچے ڈھونڈتے اپنے لیے
اطمینان و راحت وتسکیں کے ٹھنڈے آبشار

آگے بڑھتا کارواں اور پُشت پر گرد و غبار
جاکے مکہ میں ہر اک منکر کو کرتی شرمسار
غائبانہ کوئی گزرا گیت یہ گاتا ہوا
رُخ مدینہ کی طرف ہے صاحبِ اصحاب کا

لفظ ایک اک گونج اٹھّا مطربِ شاداب کا
راہرو کی راہ پر سایہ ہے اس کے خواب کا
امِّ معبد اور اس کے اہلِ خانہ پر کرم
ہے رسول اللہ ﷺ کا، حالات سارے ہیں گواہ

درحقیقت منکروں کے واسطے تھا انتباہ
کفر سے توبہ کریں اور تھام لیں وحدت کی راہ
اور دیکھو وقت کے رُخ پر رقم ہوتی گئی
باطل و حق میں مسلسل کشمکش کی داستاں

امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں
اک مسافر لطف و برکت کی فراوانی لیے
آ کے ٹھہرا اور گیا اوصاف لاثانی لیے

چہرۂ پُرنور پر تابانئ شمس و قمر
دن میں اجلا پن بکھیرے، رات کو روشن کرے
چودھویں کے چاند جیسا رات کی آغوش میں
دن میں جب دیکھو تو اگتا آفتاب ایسا لگے

پُرکشش ، پُرامن ، پُرآداب ، دلکش ، پُروقار
دوجہاں کی تابنا کی عارض و رخسار پر
زندگی کی پُرمسرت آہٹیں جن میں نہاں
امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں

چہرۂ پُرنور جس پر فکر کی شادابیاں
ہر تھکے ہارے ہوئے راہی کو تازہ تر کریں
اور پیشانی پہ محسوسات کی اونچائیاں
فرض اور انسان کی دُنیا کا اونچا سر کریں

سرمگیں آنکھوں میں مستقبل کی روشن جھلکیاں
کالی پلکوں پر تھرکتا اک تمدّن شاندار
ابروئے باریک میں پوشیدہ سب کون و مکاں
امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں

چہرۂ پُرنور جس کو جھانکتی زلفیں سیاہ
ابر جیسے عرشِ خوش پیغام سے لپٹے ہوئے
نرم اور شیریں لبوں پر گفتگو کی سادگی
جیسے الفاظِ دعا احرام سے لپٹے ہوئے

رنگ گورا، گول چہرے پر دمکتے سب نقوش
پرُاثر انداز سے ہر شئے پہ چشمِ ملتفت
لمبی گردن، پیٹ ہلکا اور سینہ سخت جاں
امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں

درمیانہ قد نگاہوں کو بہت اچھّا لگے
سر سے پا تک پیکر پاکیزگی معلوم ہو
خوشبوئیں اوڑھے ہوئے مضبوط محنت کش بدن
جب چلے قدموں تلے دھرتی جھکی معلوم ہو

دل دعائے خیر سے لبریز سب کے واسطے
اور کم گوئی میں پنہاں وسعتیں ہی وسعتیں
آدمی کے بھیس میں جیسے زمیں پر آسماں
امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں

مختصر، دوٹوک لیکن بات بالکل صاف صاف
نرم گفتاری مگر آواز بھاری پن لیے
جھوٹ اور مہمل بیانی سے نہ کوئی واسطہ
مدعا جو بھی ہو پر انداز بھاری پن لیے

انکساری کا سمندر اور بزرگی کا پہاڑ
اپنے باطن میں سمیٹے عاجزی اور عزم سے
لب ہلیں تو روشنی کا ایک دریا ہو رواں
امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں

اپنے گھیرے میں لیے رہتے رفیق و ہم نوا
یک سوئی کے ساتھ ارشادات سنتے آپ سے
حکم کوئی دیں تو سرگرمِ عمل ہو جائیں سب
اور پیامِ رب کی تشریحات سنتے آپ سے

شفقت و اخلاق سے آراستہ حسنِ سلوک
پیشوائی کا طلسم ایسا کہ سمتیں تابناک
ہرعمل ، ہر قول سے ظاہر نبوت کے نشاں
امِّ معبد نے نبی ﷺ کا یوں کیا حلیہ بیاں

اور پھر اللہ کے اسلام کا یہ کارواں
جانب منزل بڑھا آگے بصورت کامراں
راستے میں بھی کئی مشرک مسلماں ہوگئے
ایک نیزے پر نمایاں تھا علم اسلام کا

کاروانِ زیست ہے اک نام جہدِ عام کا
آزمائش میں مسلسل مبتلا ایّام کا
ایک بے آرام لمحہ جاگ اُٹھتا ہے تو پھر
آنے والی سیکڑوں صدیوں کو ملتا ہے سکوں

سرد، اندھی اور بے حس راہ بیٹھا جنوں
بھاگنے لگتا ہے ننگا ہوکے اپنے اندروں
اور اندھیروں کا پجاری ہیکلِ تاریک میں
سر پٹکتا ہے کہ اب گدی نشَینی جائے گی

یعنی شر کے ہاتھ سے تلوار چھینی جائے گی
بے اماں ذہنوں پہ طاری بے یقینی جائے گی
پھر یقین و اعتمادِ زندگی ہوگا بحال
پھر زمینوں پر زمانہ آئے گا ایمان کا

کاروانِ زیست یعنی وہ سفر انسان کا
گونجتا ہے جس میں نغمہ ارتقاء کی شان کا
ارتقاء جو گمرہی کی گود میں ٹھہرے نہیں
خواہ اس کے دوش پر اُگ آئیں لاکھوں سازشیں

وحشتوں کی ران پر بیٹھی برہنہ خواہشیں
کرتی رہتی ہیں دلوں پر لذّتوں کی بارشیں
ارتقاء کا قافلہ لیکن کبھی رُکتا نہیں
صرف آگے کی طرف بڑھتا ہے دریا کی طرح

آزمائش بھی سلگتے ایک صحرا کی طرح
آدمی کے ساتھ ہی چلتی ہے چھایا کی طرح
جستجو کی پیاس اور راہِ وفا کی دھوپ میں
ڈھیر صدموں کا سمندر پار کرتا ہے یقیں

راستہ بھر عقل سے تکرار کرتا ہے یقیں
خود میں پھر اُس عقل کو بیدار کرتا ہے یقیں
آفت و آلام کی ہر ضرب کو ٹھوکر میں رکھ
کاروانِ زیست بڑھ جاتا ہے منزل کی طرف

نیزۂ حق پھینک دیتا ہے وہ باطل کی طرف
عقل بھی شعلہ صفت جاہل کی محفل کی طرف
رفتہ رفتہ اس یقیں کے ساتھ بڑھتی ہے کہ بس
خاک ہو جاتی ہیں جل کر کافروں کی بستیاں

آزمائش یعنی ایمان و یقیں کا امتحاں
بارشِ بیداد میں صبر و تحمل کا مکاں
صبر کو ہونا ہی ہے انسانیت کی راہ میں
سنگ ساری پر بھی ظالم ظلمتوں کا خیر خواہ

آدمی جو ہے زمیں کا ابتدا سے بادشاہ
آسماں کی نعمتوں پر بھی اُسی کی ہے نگاہ
مرحلہ در مرحلہ اثبات قدمی دیکھ کر
آسماں دیتا ہے اہلِ صبر کو حکمِ جہاد

اور پھر انسان خوش، انسان کا ایماں بھی شاد
اور بڑھ جاتا ہے رب العالمیں پر اعتماد
نعرۂ تکبیر ہونٹوں پر لیے میدان میں
کود پڑتی ہے سپاہِ دین بے خوف و خطر

سرحدِ یثرب کی دلکش وادیوں کے دوش پر
خیر مقدم کے لیے بے تاب بیٹھا ہر شجر
منتظر تھا ایک مدت سے کہ آجائیں نبی ﷺ
یعنی اُن کی روح میں روشن جبینِ آفتاب

خیر مقدم آپ کا جو لے کے آئیں ہیں کتاب
درحقیقت آپ ہی سے انقلاب و انقلاب
چہچہا اُٹھے پرندے، کھل اٹھے اشجار بھی
مصطفیٰ کی جب جھلک دیکھی کسی نے دور سے

ایک ہلچل سی مچادی دلکشی نے دور سے
راحت و تسکین پائی زندگی نے دور سے
ذرّے ذرّے میں حرارت اور حرکت آ گئی
چہرہ روشن ہو اٹھا انوار سے جمہور کا

خیر مقدم ایک شہرِ علم و بحرِ نور کا
پاسبانِ امن ، مہرِ مفلس و مجبور کا
ہر گلی شہرِ رسول اللہ کی مہکی ہوئی
ہر دشا توحید کی توقیر سے آراستہ

لب ہوا کے نعرۂ تکبیر سے آراستہ
اہلِ یثرب سب نئی تقدیر سے آراستہ
اور چمن میں شاخِ گل اترائے اپنے آپ میں
چومتی جب ہاتھ خوشبو ہادیِ اقوام کا

خیر مقدم رازدارِ گردشِ ایّام کا
محسنِ انسانیت ، پیغمبرِ اسلام کا
آبشاروں نے سنائے نغمہ ہائے زندگی
لڑکیاں نجّار کی جوشِ عقیدت میں مگن

پُرمسرت ، باسعادت نیک بندوں کا وطن
وہ یہودی ہو کہ مسلم سب کا اک جیسا چلن
سب کے دل میں جذبۂ تعظیم و تکریم و وفا
سب کے سینے میں سمندر پیار اور ایثار کا

خیر مقدم زیست کی اعلا تریں اقدار کا
سرورِ کونین کا ، مشکل کشا سرکار کا
سب کو سینے سے لگایا مومنوں کے شاہ نے
ہو امیروں کی جماعت یا فقیروں کی قطار

آ گیا آنکھوں کا تارا ، جان و دل کا اعتبار
روح میں سمٹی ہوئی پہنائیوں کا جانکار
طالبِ انصاف اور مظلوم کو کامل یقیں
صلحِ کل اور دوستی کی معتبر آواز کا

خیر مقدم اک نظامِ زیست کے آغاز کا
مسئلوں کے ساتھ جینے کے نئے انداز کا
وقت نے دیکھا کہ اب شہرِ رسول اللہ میں
اہلِ حق کو چین ، باطل کو پسینہ آگیا

آگیا خیر البشر ﷺ دیکھو، مدینہ آگیا
آدمی اور آسماں کے بیچ زینہ آگیا
سینہ سینہ جوشِ استقبال سے پھولا ہوا
دیدنی تھا یہ نظارہ پُرسکوں تقریب کا

خیر مقدم اک تمدن اور اک تہذیب کا
اک سماجِ نوکی خاطر غیب کی ترغیب کا
آدمی بٹ جائے رنگ و نسل کی بنیاد پر
یہ کبھی اللہ کو منظور ہوسکتا نہیں

آدمی تو آدمی سے دور ہوسکتا نہیں
جاتیوں کے نام پر محصور ہوسکتا نہیں
حکم ہے اس کا کہ جس نے سب کو پیدا کردیا
آدمی کو آدمی سے پیار کرنا چاہیے

آپسی امداد پر اصرار کرنا چاہیے
سچ کا سب کے سامنے اظہار کرنا چاہیے
ہاں! مساوات و محبت کے بنا یہ آدمی
رب کے فیضِ اصل سے محروم ہے سنسار میں

فیصلہ پھر ہوگیا اللہ کے دربار میں
اونٹنی بیٹھے نبی ﷺ کی جس کے سبزہ زار میں
وہ زمیں قیمت ادا کر کے خریدی جائے اور
ایک مسجد کی بنا ہو اس مقامِ پاک پر

درحقیقت ہوچکا تھا فیصلہ افلاک پر
آدمی قابض ہو سارے علم اور ادراک پر
باجماعت ہو عبادت اور اس کے ساتھ ساتھ
روزمرّہ زندگی پر بھی رکھی جائے نگاہ

مسجد نبوی ﷺ کا مطلب ایک ایسی درس گاہ
بخش دے جو علم کی دولت سبھی کو بے پناہ
صرف راحت ہی نہیں اک راستہ بھی مل سکے
مسئلوں کی بھیڑ میں گھبرائے ہر اک فرد کو

لوگ سمجھیں اور سمجھائیں بشر کے درد کو
جھاڑ دیں روح و بدن سے واہموں کی گرد کو
شرک اور انکار کے نرغے میں سمٹا آدمی
اپنے باطن میں چھپے حق کی حقیقت جان لے

فرض کیا ہے سیکھ لے، دین و شریعت جان لے
زندگی کا اصل مقصد اور نیت جان لے
ایک اللہ جس کے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ
لوگ آئیں آپ سے فیضِ خدا حاصل کریں

مسجدِ نبوی میں حق کا مدعا حاصل کریں
گمرہی کو چھوڑ راہِ کبریا حاصل کریں
بے سہاروں اور فقیروں کو ملے اک آسرا
علم سے محروم سب لوگوں کو تعلیمات بھی

بحث میں آئیں یہاں سب قوم کے حالات بھی
طے کیے جائیں سبھی جھگڑے، قضیہ جات بھی
اک عبادت گاہ کے سائے میں تھے سمٹے ہوئے
دین و دُنیا کے مسائل سے بھرے دشت و جبل

مسجدِ نبوی کا مطلب مرکزِ فکر و عمل
دہر میں جس کا نہیں تھا کوئی بھی نعم البدل
جس نے بخشی ہیں جہاں کو آسماں کی قوتیں
جس کے دم سے نسل آدم خوف سے آزاد ہے

مسجدِ نبوی یہاں اسلام کی بنیاد ہے
جس کا ہر پتھر خلافِ ظلم و استبداد ہے
جانتا ہے ہر کوئی اسلام کی تعلیم نے
ایک ہی صف میں بٹھایا شاہ اور محتاج کو

اور مٹا کر رکھ دیا ہے ظلمتوں کے راج کو
ہاں! سنوارا ہے اسی نے آدمی کے آج کو
زندگی پرہیز اور صبر و ادب کا نام ہے
آدمی انسان بن جائے یہی اسلام ہے

جہاد

''لولاک'' کا پانچواں اور بہت اہم حصّہ ''جہاد'' ہے۔ چندر بھان خیالؔ نے اس باب کو تقریباً ایک سو اٹھائیس (128) اشعار میں نظم کیا ہے۔ ''لولاک'' کے دوسرے حصّوں کی طرح یہاں بھی اشعار مردّف اور غیر مردّف ہیں۔ یہاں بھی بحروں کے تجربے اور زبان و بیان کے کرشمے، بکھری ہوئی لفظی اور معنوی صنعتوں کی وجہ سے نظم جاذبِ نظر قرار پاتی ہیں۔ شاعر نے ''جہاد'' کو معنوی طریقہ پر اس لیے بھی اہمیت دی ہے کہ یہ وہ ماحول ہے جب دُنیا ایک بڑے حادثے جس کو (9/11) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے گزری ہے چنانچہ جہادی، جہاد، دہشت پسندی، دہشت گردی اور ٹروریزم (Terrorism) جیسی اصطلاحات عامی اور عالم کے ذہن میں نئے نئے سوالات ابھار رہی ہیں، ایسے نازک اور پیچیدہ موقع پر ''لولاک'' کا شاعر جرأت اندانہ سے حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں وقوع پذیر جہاد کے مصر کے اور غزوات کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے۔ یہاں پہلے ماحول کی بے نظمی، ہٹ دھرمی، ظلم اور فتنوں سے پیدا ہوئے حالات پر تمہیدی چہرے کے تقریباً بیس (20) اشعار میں یہ پیغام ملتا ہے کہ عوامی ذہنی اضطراب، حق کی روشنی کا مہتاب دشمنوں منافقوں اور سازش کاروں کے فساد اور ظالمانہ حرکات سے تنگ آ چکا ہے کیوں کہ بقول جو یہاں مطلع اور زیرِ مطلع بند کے اشعار میں کہا گیا ہے اور شعری کمال کی طرح صنعتِ تضاد اور تکرار سے شعری اثر کو دو چند کر دیا گیا ہے۔

ے : صبحوں کے اُجالے راس نہیں ظلمت کو کسی بھی صورت میں

تاریک شبوں کو ملتا ہے آرام جنوں کی صحبت میں
(اجالے،ظلمت-صبحوں،شبوں-تاریک،اجالے-تضاد کی مثالیں ہیں)
زہریلا دُھواں منظر منظر اُٹھ اُٹھ کے تھرکتا ہے اور پھر
احساس ستانے لگتا ہے باطل کو شکستہ پائی کا
(شاعر نے منظر-اٹھ کی تکرار سے مضمون کے اثر کو چند برابر قوت عطا کر دی ہے۔
یہاں پورا شعر نفسیاتی تنقید سے درک کیا جا سکتا ہے۔)
اسی وجہ سے شاعر بتاتا ہے کہ یہ دشمن کو دہشت گر میں تبدیل کر دیتے ہیں۔
یہ خوف، یہ اندیشے آخر تحریکِ شر و شاطر بن کر
حکمت کے مقابل دہشت کو تند اور توانا کرتے ہیں
اور یہی دہشت آنکھوں کی چمک اور شرک جلی کی لپک بن کر صنم کدوں میں مہک بن جاتی ہے اور پھر انسان بھی خود بت بن جاتا ہے۔
ع : اوصاف سبھی جل جاتے ہیں دہشت کے سلگتے آنگن میں
جس کا نتیجہ آخر کار یہ ہوتا ہے کہ:
گمراہ بشر ہو جاتا ہے، سینوں میں سیاہی ہوتی ہے
اور صلح و صفائی کے امکاں کھو جاتے ہیں ظلم کے دھاروں میں
بس جنگ و جدال کے نقّارے ہر آن سنائی دیتے ہیں
لیکن اسی ماحول میں کفّار اور مشرکین کے ماحول میں امن کی فوج اور نبی ﷺ مکرّم کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور پھر دین الٰہی کو ان دشمنوں سے نجات دلانے کے لیے حضور ﷺ اکرم کو جو جنگ کا حکم ملتا ہے وہ دفاعی نوعیت کا تھا اسلام ایک دفاعی نظام کے تحت تلوار اٹھاتا ہے۔
اور جنگ و جہاد کا حکم ملا سرکارِ مدینہ کو رب سے
فوجوں کی صفوں میں ہر جانب تکبیر کا نعرہ گونج اٹھا

ظالم کے مقابل عادل کی توقیر کا نعرہ گونج اٹھا

تدبیر کے پرچم لہرائے ، تعمیر کا نعرہ گونج اٹھا

خیالؔ نے حضور ﷺ اکرم کی جنگوں اور جہاد کے معرکوں اورغزوات کے وجوہات اور مقاصد پر تفصیل سے نظم نگاری کی ہے جو اس حصّہ کا اہم جز و بھی ہے۔

ہم چند مصرعوں کو چن کر یہاں پیش کرتے ہیں۔

ع : اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے باطل کی مکمل پسپائی

ع : اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے توحید کو رفعت مل جائے

ع : اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے انصاف کے گیسو لہرائیں

ع : اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے کردار وعمل کی تابانی

ع : اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے اسلام کی ہلچل بڑھ جائے

شاعر یہ بتا رہا ہے کہ ان جنگوں کا مقصد حق کی ہمّت افزائی، گمراہ لوگوں کی رہبری امن وامان کی فضا جس میں تبلیغ اور سفر کی آزادی شامل ہو، تاکہ ظلم اور تفریق و تنفّر سے چھٹکارا ملے اور اخلاق و کردار سازی ہو، امیر اور غریب کا فرق مٹے محتاج کو بھی راحت نصیب ہو، خونخوار تاجروں سے مظلوم لوگوں کو چھٹکارا ملے، غریبوں اور متضفین کو ظالم حاکموں سے نجات ملے۔

ع : حاصل ہو سبھی انسانوں کو ایمان و عزائم کی دولت

ع : قرآن پہ ایماں لے آئیں دُنیا میں سبھی اُجلے من سے

ع : انوارِ خدا سے روشن ہوں، سائے میں تمدن کے آئیں

ع : ہر فرد کی سانسوں کو رب کے پیغامِ خوشی سے مہکائیں

تنظیم و تعاون کا جذبہ بیدار ہو سب انسانوں میں

اخلاص و وفا، برکاتِ رضا سب چھوٹے بڑے کا شانوں میں

اس قدر اٹھے ہر سینے میں ایثار و شہادت کا طوفاں
اوراقِ زمیں سے مٹ جائے تخریب صفت بدعنوانی

یعنی جنگوں کا حاصل یہ ہے کہ دُنیا پر اللہ کی عظمت قدرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی سبقت ثابت ہو جائے۔

ع : اللہ کی طاقت اور عظمت، سرکار کی سبقت ثابت ہو

''لولاک'' کئی زاویوں سے پرکھی اور اس کی تنقیدی طریقوں سے تفسیر اور تشریح کی جائے گی۔ پہلے تو یہ طولانی نعتیہ نظم ہے جس کے مختلف حصّوں میں مختلف ہیّتی تجربے کیے گئے ہیں جس سے اتفاق اور اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے جس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے کیوں کہ یہ تخلیق کار کی اپچ ہے جو آزادانہ رویّہ ہے۔ دوسرے شاعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی ذات ان کے حمیدہ صفات ان کے انسانی قدروں کے روشن خیالات اور احکامات جو آزادی، حریّت، مساوات کی عملی کاویشوں سے متفّق ہوتے ہوئے بھی عقاید میں امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل نہیں، چناں چہ شاعر کی نظر اور اس کا اخذ کردہ نتیجہ اہمیت کا حامل ہے۔

جہاد کے موضوع اور اس سے مربوطہ مسائل کو مسلمانوں اور غیر مسلم نے الگ الگ نظریوں سے دیکھا اور دکھایا ہے۔ جس وقت چندر بھان خیالؔ نے یہ نظم تخلیق کی وہ دور دورہ جہاد کے منفی تشہیر اور تذکر کا زمانہ تھا لیکن خیالؔ نے بہت ہی انصاف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کے دورِ حیات میں ہونے والے جنگی معرکے اور غزوات کے مقاصد اور فوائد اور ان کی ضرورت بتا کر جہاد کی اہمیت اور افادیت کو ظاہر کیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ چندر بھان کی سطروں سے زیادہ ان کے بین السطور معنی اور مطالب قاری اور سامع کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جو قلیل تھے اور آپ کے اور دینِ خدا کے دشمن ریگِ صحرا کے مانند لاتعد تھے فرق بتا کر شاعر

نے بہت تفصیل سے جنگ بدر، پھر خندق، خیبر اور دوسرے غزوات پر روشنی ڈالی ہے۔ ہم یہاں مضمون کی طوالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے شعری حُسن اور شاعر کی قادرالکلامی اس کی عمدہ بیانی پر گفتگو نہیں کر سکتے ورنہ یہ ظاہر ہے کہ ہر مصرعے میں کمال و جمال کی کمی نہیں۔

الفاظ کی تکرار اور اس وحدت میں مضمون کی کثرت پھر صنعتوں کی ندرت اور تشبیہات اور استعارات اور علامات کی قدرت اشعار کو جو رنگت عطا کرتی ہے وہ خود شاعر کی عظمت کا اقرار کرتی ہے۔

اک سمت خدائے واحد کی یادوں کے سہارے کچھ غازی
اک سمت ہزاروں ہاتھوں میں سانپوں سی لپکتی تلواریں

(واحد- ہزاروں، یادوں کے سہارے تو دوسری طرف سانپوں سی لپکتی دشمنوں کی تلواریں)

اگرچہ ہر شعر تجزیہ اور تشریح سے اُجاگر ہوسکتا ہے لیکن مضمون میں اس کی گنجایش نہیں ہے۔

اک جانب راست کی شیدائی پیدل افواج کی للکاریں
اک جانب اونٹ سواروں کی پُرزور بھیانک یلغاریں

اک سمت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لشکر میں سب پیٹ سے پتھر باندھے ہوئے
اک سمت جنوں کے خیموں میں جام اور صراحی رقص کناں

اک سمت شہادت کا ارماں ہر ایک مسلماں کے دل میں
اک سمت نمائش کی پروا کفّار کے سب سرداروں کو

اک جانب ہر ہر لمحے کے چہرے پہ نمایاں عزمِ نہاں
اک جانب عہدِ جہالت کی تاریخ کے سب اعضا عریاں

شاعر نے پھر جنگِ بدر کی داستان لکھّی کہ اسلام کے غازی ابوجہل کی کافر فوجوں پر

ع : بے تیغ وسناں، بے تیر وتبر، بے باک نمازی ٹوٹ پڑے

(صنعت مراعات النظیر میں تیغ، سناں، تیر، تبر اور سپاہی دیکھئے! ''بے'' کی تکرار اور ''با'' کی آواز کی غنایت مصرعے کو ترنم کا ترکش بنا رہی ہے اور ٹوٹ پڑے کے محاورے نے تمام کیفیت رقم کر دی)

تیز ہوا کے ہونٹوں پر توحید کے نغمے بکھرنے لگے کفار کی جانیں سوکھنے لگیں، مقتل میں ہر طرف بھگدڑ مچ گئی اور مشرکوں منکروں پر مہاجر و انصار حملہ آور ہوئے۔

خونریز لڑائی کا منظر سب دیکھنے والوں نے دیکھا
اعجاز علیؑ کی عظمت کا مکّہ کے جیالوں نے دیکھا
شعلوں کی بھڑک، بجلی کی تڑک، مومن کی کڑک کا قہر و غضب
تلوار کے وار کا گہرا پن بوجہل کی ڈھالوں نے دیکھا

مکّاروں کے مکّی لشکر کے ہاتھوں سے کمانیں چھوٹ گئیں
شیروں سی گرج خاموش ہوئی اور ان سے سنانیں چھوٹ گئیں

نیزوں کی زباں بھی لکھنے لگی اوراقِ بدن پر اللہ ہُو
خاموش فضا چنگھاڑ اٹھی افلاکِ وطن پر اللہ ہُو

صیّاد ہوا خود صیدِ خدا، آزاد ہوئیں سب پروازیں

اترا کے گل و بلبل نے لکھا رخسارِ چمن پر اللہ ہُو

اوپر لکھا ہوا ہر مصرعہ ایک بدر جنگ کا باب ہے اُردو میں ایسی نظمیں کہاں ہیں جن میں محسوس اور غیر محسوس کیفیات کا سنگم ہو، جنگ بھی بیان ہو تو شعر کے پرائے میں۔ اگر ہر مصرعہ کا تجزیہ کیا جائے تو بلاغت اور تلمیحات و اصطلاحات کے ساتھ محاسن زبان اور صنعتوں کا نکھار نظر آئے گا جو شاعر کے قلم کا فیض ہے اور صنعت بخاطر صنعت سازی نہیں برتی گئی۔

''لولاک'' کا حُسن یہ بھی ہے کہ شاعر اس کے عناوین کے تحت کچھ اہم نکات بھی پیش کر دیتا ہے۔ جہاد میں نمازی تو پیروز اور کامیاب ہیں لیکن شہید جو ہوئے ہیں ان کی عظمت اور شہادت کی منزلت بہت اعلیٰ اور جاویدانہ ہے۔

خیالؔ نے شہید حق اور شہادت کو پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ امن اور امانت کے عاشق، اصلاح کے خواہاں صبر بداماں، دل پر حکمراں، دولتِ دُنیا، دین کی نعمت و برکت، معراجِ حیات، قربِ نبی ﷺ کے حامل جو اپنے خون سے اسلام کو، نقش قدم نبی ﷺ کو اور احرام کو روشن کرتے ہیں۔ ہم بغیر مزید تجزیہ اور تفسیر ان اشعار کو یہاں من وعن پیش کرتے ہیں جو ہر طریقے سے لاجواب ہیں۔

امن اور امانت کے عاشق، اصلاح کے خواہاں جیت گئے
قاہر پہ نزولِ قہر خدا سب صبر بداماں جیت گئے
پربت پہ کھڑے چرواہے نے بھیڑوں سے مخاطب ہو کے کہا
ہو عزمِ شہادت جس دل میں، ہر دل پہ حکومت اس کی ہے
اس فرش پہ دُنیا کی دولت، اُس عرش پہ جنت اس کی ہے
ہاں! دینِ نبی ﷺ کا لطف و کرم، برکات اور نعمت اس کی ہے
ملتا ہے شہادت کا رتبہ مومن کو جہاں میں اعلا تریں
اس قیدِ حیات سے آزادی، ہر دکھ سے نجات اور قریبِ نبی ﷺ

دراصل شہادت کا مطلب معراجِ حیات اور قربِ نبی ﷺ
کیا شان ہے اُس خوش بختی کی انسان کی ذات اور قربِ نبی ﷺ
وہ مردِ جری ، وہ شہرِ وفا ، تنویرِ یقین کامل ہے
جو شانِ شہادت سے اپنی اسلام کو روشن کرتا ہے

حق یہ کہ شہیدِ راہ نبی ﷺ ہر گام کو روشن کرتا ہے
اور اُس کے لہو کا ہر قطرہ احرام کو روشن کرتا ہے

چندر بھان نے پھر جنگِ احدّ کے کارزار کی بات چھیڑ دی کہ کفّار کے سینوں میں جنگِ بدر کے شکست کی فسادی آگ جلنے لگی:

ع : مجروح و شکستہ منکر سب میدانِ اُحد میں اترے پھر
ع : انجام سے بے پروا ہوکر مسلم کی صفوں پر وار کیا
ع : شدّت سے نفاق اور نفرت کا جی بھر کے یہاں اظہار کیا

(اسی جنگ میں ہندا جگر خوار نے حضرت حمزہ کا جگر دانتوں سے چبایا تھا)

شاعر کا کمال یہ بھی ہے کہ وہ جنگ لکھتے ہوئے تاریخی واقعات کو بھی محفوظ کرتے جا رہے ہیں۔

بس ایک تمنّا ہر دل میں، بس ایک دعا سب کے لب پر
توحید کی عظمت قائم ہو ، اللہ کا اونچا نام رہے
دُنیا و زمیں کی وسعت میں سورج کی طرح اسلام رہے
اسلام کا فیضِ عام رہے، اسلام کا ہر پیغام رہے
پھر جامِ شہادت نوش کیا حمزہ نے بہ شانِ شیر خدا

یعنی کہ ذرا وقفے کے لیے اغیار کے چہرے شاد ہوئے
منحوس ابوسفیان کے سب اوزار کے چہرے شاد ہوئے

احد کی فتح کے بعد خیبر کا قلعہ اور خندق اور دیگر غزوات کا ذکر بہت خوب صورت طریقے سے شاعر نے کیا ہے۔ ہم یہاں چند اشعار جو شاہکار ہیں چیدہ چیدہ پیش کرتے ہیں۔

جنگ اور جہاد کا لمبا سفر تاریخ کا حصۂ اطہر ہے
آغوش میں جس کی پوشیدہ حکمت اور امن کا دفتر ہے
(اس شعر کی بلاغت کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے)

شاعر نے عمر و عبدود کے قاتل حضرت علیؑ کو ''شمس شجاعت'' سے معرفی کیا ہے۔

ع : عمرہ کے ارادے سے نکلا جب شمسِ شجاعت یثرب سے

جب کبھی ان لڑائیوں اور غزوات سے کچھ فرحت ملتی تو مسلمان حضور ﷺ کی سرکردگی میں سماجی کاروبار میں غریبوں، پسماندہ افراد کی مدد میں مشغول ہو جاتے تھے۔

قلعہ خیبر کی شکست یہودی فتنوں کی شکست تھی۔ شاعر نے ڈیڑھ دو درجن اشعار میں یہ جنگ کا نقشہ کھینچتا ہے۔ جو پڑھنے کے قابل ہے۔ ہم اسی سے چند شعر چند کر ''جہاد'' کے باب کو بند کرتے ہیں۔

شاعر نے مضمون کے لحاظ سے الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ یہودی مار صفت، حق کی میناریں توڑنا، تخریبِ جناں کا عزم، علیؑ کی تلوار کا برق بنّا عمدہ الفاظوں کے گچھے ہیں۔

مکّار، منافق، کفر زدہ، معیوب یہودی مار صفت
محفوظ سمجھ کر عیش میں گم مضبوط حصاروں میں خود کو
ارشاد نبی ﷺ کا ہوتے ہی تلوار علیؑ کی برق بنی
خیبر کے قلعے مسمار ہوئے، مضبوط گھرانے ٹوٹ گئے

آخرکار یہودیوں کے سہانے خواب ٹوٹ گئے، جمہوری نظام نے سرمایہ داری نظام کوشکست دی۔ حضور ﷺ اکرم کی رسالت کی بدولت انسان کی محبت، شیطان کی نفرت پر غالب آگئی۔

ناپاک یہودی خیموں کے سب خواب سہانے ٹوٹ گئے
جمہور کے آگے ٹک نہ سکا مغرور نظامِ سرمایہ

تحریک رسالت کے آگے محتاط عداوت ہار گئی
انساں کی محبت جیت گئی، شیطان کی نفرت ہار گئی

پانچ

جہاد

صبحوں کے اُجالے راس نہیں ظلمت کو کسی بھی صورت میں
تاریک شبوں کو ملتا ہے آرام جنوں کی صحبت میں
زنداں کو نحوست میں لپٹا ہر فتنہ اُبھرنے کی خاطر
پرُامن فضا کے چہرے پر الزام اُگلنے لگتا ہے

بیمار بدن سنّاٹے میں شیطان اُچھلنے لگتا ہے
نیکی کو جلانے کی دھن میں خود آگ پہ چلنے لگتا ہے
زہریلا دُھواں منظر منظر اُٹھ اُٹھ کے تھرکتا ہے اور پھر
احساس ستانے لگتا ہے باطل کو شکستہ پائی کا

ہر شام نظارہ کرتی ہے عفریت کی بزم آرائی کا
اور شرکِ جلی کے ہونٹوں پر گن گان بُتِ صحرائی کا
ہوتا ہے، سپیرے ناچتے ہیں اور سانپ کے پھن لہراتے ہیں
آنکھوں میں چمکتی ہے جن کے بے جان خداؤں کی دہشت

معبد میں پجاری کے ڈر سے ہلکان خداؤں کی دہشت
خیموں میں جہالت کے جیسے نادان خداؤں کی دہشت
حرکات کی ہر برکت کھوکر انسان بھی بُت بن جاتا ہے
اوصاف سبھی جل جاتے ہیں دہشت کے سلگتے آنگن میں

ظلمت نے کبھی اپنا باطن دیکھا نہیں حق کے درپن میں
دن رات سمیٹے رہتی ہے خوف اور اندیشے دامن میں
یہ خوف، یہ اندیشے آخر تحریکِ شر و شاطر بن کر
حکمت کے مقابل دہشت کو تند اور توانا کرتے ہیں

دہشت کہ جسے ایماں کی طرح کچھ لوگ سروں پر دھرتے ہیں
انجام سے بے پروا ہوکر دم اوجِ انا کا بھرتے ہیں
تخلیق کے روشن محلوں میں وحشت کا دھواں بھر دیتی ہے
آدابِ عمل سے ناواقف افراد کی یہ دہشت گردی

بے فیض عقیدوں سے قائم بنیاد کی یہ دہشت گردی
مسجود بتوں سے خوفزدہ سجّاد کی یہ دہشت گردی
بڑھتی ہے تو عالمِ امکاں میں رفتارِ خرد گھٹ جاتی ہے
لمحوں کے بدن کی پرچھائیں محبوبِ بتاہی ہوتی ہے

جب دُور یقیں کی سرحد سے محتاط نگاہی ہوتی ہے
گمراہ بشر ہو جاتا ہے، سینوں میں سیاہی ہوتی ہے
اور صلح و صفائی کے امکاں کھو جاتے ہیں ظلم کے دھاروں میں
بس جنگ و جدال کے نقاّرے ہر آن سنائی دیتے ہیں

امن اور اماں کے پیغمبر مایوس دکھائی دیتے ہیں
شرناک اندھیرے شیطاں کو شہرت پہ بدھائی دیتے ہیں
اور خون کے آنسو روتی ہیں معبد میں پجاری کی آنکھیں
افلاک بھی گیلی آنکھوں سے وحشت کا نظارہ کرتے ہیں

اللہ کے سب بندے لیکن وحدت کا نظارہ کرتے ہیں
تاریک شبوں میں قائد کی حکمت کا نظارہ کرتے ہیں
مشرک کے مقابل مسلم نے وہ جوت جگائی جرأت کی
حق اور خرد کی راہوں میں ایماں کے اجالے پھیل گئے

سمتوں میں سپاہِ امن ، نبی ﷺ کے چاہنے والے پھیل گئے
کفّار کی جلوت گاہوں میں اسلام کے آلے پھیل گئے
اور جنگ و جہاد کا حکم ملا سرکارِ مدینہ کو رب سے
فوجوں کی صفوں میں ہر جانب تکبیر کا نعرہ گونج اٹھا

ظالم کے مقابل عادل کی توقیر کا نعرہ گونج اٹھا
تدبیر کے پرچم لہرائے، تعمیر کا نعرہ گونج اٹھا
ذی علم ہوا کے شانوں پر پُرہوش ادب نے ہاتھ رکھا
اور صبر کے سنجیدہ رخ پر افکار کی خوشبو لہرائی

اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے باطل کی مکمل پسپائی
گمراہ بشر کی راہبری ، حق راہ کی ہمت افزائی
بے دین کی دہشت گردی سے اُکتائے ہوئے دیں داروں کو
امن اور اماں کے سائے میں تبلیغ و سفر کی آزادی

اللہ کی دھرتی پر سب کو جینے کے ہنُر کی آزادی
انسان کو ظاہر و باطن میں پروازِ نظر کی آزادی
زندانِ جہالت میں سمٹے اذہان کو آنکھوں کی نعمت
اور وقت کے جامد صحرا کو تحریکِ حقیقت مل جائے

اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے توحید کو رفعت مل جائے
بے ہودا رواجوں کی حامل آواز کو عبرت مل جائے
صبحوں کا مقدس اُجلا پن ، شاموں کی مبارک شوخ ادا
بیمار عقیدوں کی زد سے محفوظ رہے موسم موسم

شیطان کے ظلمت خانے میں سہمی ہوئی سی نسلِ آدم
لمحات سبھی ہٹ دھرمی کی یلغار سے اُکتائے پیہم
اوہام زدہ سناٹے کی سِل چیر دیں اور شمشیر بکف
انوارِ خدا سے روشن ہوں، سائے میں تمدن کے آئیں

اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے انصاف کے گیسو لہرائیں
ہر فرد کی سانسوں کو رب کے پیغامِ خوشی سے مہکائیں
تفریق و تنفر کی لعنت اور بارِ مظالم دُنیا کو
اب اور نہ بانٹ کے رکھ پائے سود اور زیاں کے خانوں میں

تنظیم و تعاون کا جذبہ بیدار ہو سب انسانوں میں
اخلاص و وفا، برکاتِ رضا سب چھوٹے بڑے کا شانوں میں
اس قدر اٹھے ہر سینے میں ایثار و شہادت کا طوفاں
اوراقِ زمیں سے مٹ جائے تخریب صفت بدعنوانی

اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے کردار و عمل کی تابانی
حکمت کی حقیقت کی شہرت، تخلیقِ جہانِ سبحانی
محتاج کو راحت کا ساماں، پسماندہ گروہوں کو وقعت
طاقت کے نشے میں ڈوبے سبھی سلطانوں کو عبرت حاصل ہو

جانباز صفوں میں سینہ سپر ہر شخص کو جنت حاصل ہو
خونخوار اندھیروں سے اُلجھے غم خواروں کو نصرت حاصل ہو
حاصل ہو سبھی انسانوں کو ایمان و عزائم کی دولت
اور خیر کی سونی سڑکوں پر اقوام کی ہلچل بڑھ جائے

اس جنگ و جہاد کا مقصد ہے اسلام کی ہلچل بڑھ جائے
وحدت کے اُجالے میں ہر سو ایّام کی ہلچل بڑھ جائے
مغرور تجارت پیشہ کی منحوس سیاست سے عاجز
معصوم و ملائم لوگوں کو چھٹکارا ملے وحشی پن سے

خوف اور ہراس کے پہرے سب اٹھ جائیں گھروں کے آنگن سے
قرآن پہ ایماں لے آئیں دُنیا میں سبھی اُجلے من سے
اللہ کی طاقت اور عظمت ، سرکار کی سبقت ثابت ہو
اُگ آئے زمیں کے سینے پر اقبالِ مکمل کا عالم

شدّت سے ظہور میں آیا پھر غزواتِ مسلسل کا عالم
صحرائے خموشاں میں ہر سو طوفان کی ہلچل کا عالم
اک سمت خدائے واحد کی یادوں کے سہارے کچھ غازی
اک سمت ہزاروں ہاتھوں میں سانپوں سی لپکتی تلواریں

اک جانب راست کی شیدائی پیدل افواج کی للکاریں
اک جانب اونٹ سواروں کی پُرزور بھیانک یلغاریں
اک سمت حضور ﷺ کے لشکر میں سب پیٹ سے پتھر باندھے ہوئے
اک سمت جنوں کے خیموں میں جام اور صراحی رقص کناں

اک جانب ہر ہر لمحے کے چہرے پہ نمایاں عزمِ نہاں
اک جانب عہدِ جہالت کی تاریخ کے سب اعضا عریاں
اک سمت شہادت کا ارماں ہر ایک مسلماں کے دل میں
اک سمت نمائش کی پروا کفّار کے سب سرداروں کو

اک جانب جنت کی چاہت سرکار کے نیک شعاروں کو
اک جانب شوق جہنم کا انکار کے ٹھیکہ داروں کو
اک سمت سکونِ قلب و نظر اللہ کے بندوں کو حاصل
اک سمت قریش کے حلقوں میں ہیبت کا دھواں منڈ لانے لگا

اور بدر کی ساکت وادی پر اک شورِ قیامت چھانے لگا
بوجہل کی کافر فوجوں پر اسلام کے غازی ٹوٹ پڑے
بے تیغ و سناں، بے تیر وتبر، بے باک نمازی ٹوٹ پڑے

اشجار غبار و گرد میں گم، جھرنوں کی زبانیں سوکھ گئیں
وادی میں پہاڑی ٹیلوں کی سر سبز اُٹھانیں سوکھ گئیں
اک ساتھ اٹھیں کچھ تلواریں اور برق کی صورت لہرائیں
ہر سمت بھڑک اٹھّے شعلے ، کفّار کی جانیں سوکھ گئیں

اور تیز ہوا کے ہونٹوں پر توحید کے نورانی نغمے
سُلگی ہوئی ریت بھی اُٹھ اُٹھ کر دشمن پہ لپکتی شعلہ صفت
ظلم اور تشدد کا پیکر چپ چاپ کھڑا تھرانے لگا
اور بدر کی ساکت وادی پر اک شورِ قیامت چھانے لگا

نیزوں کی زباں بھی لکھنے لگی اوراقِ بدن پر اللہ ہُو
خاموش فضا چنگھاڑ اٹھی افلاکِ وطن پر اللہ ہُو
صیّاد ہوا خود صیدِ خدا ، آزاد ہوئیں سب پروازیں
اترا کے گل و بلبل نے لکھا رخسارِ چمن پر اللہ ہُو

اور غیب کے اُجلے معبد میں تقریب مبارک سا عالم
فرمانِ الٰہی ہوتے ہی ہر ایک فرشتہ تیز قدم
امداد کی گٹھری باندھے ہوئے میدان کی جانب آنے لگا
اور بدر کی ساکت وادی پر اک شورِ قیامت چھانے لگا

پُرہول نظارہ مقتل کا، بھگدڑ کے مناظر چاروں طرف
تاحدِ نظر سر کٹتے ہوئے ، سہمے ہوئے شاطر چاروں طرف
دھول اور دھوئیں کے سائے میں یہ جنگ کا عبرت ناک سماں
منکر کی قطاروں پر غالب انصار و مہاجر چاروں طرف

برق اور شراروں کی بارش ، ظلمت پہ اُجالوں کی یورش
کفر اور بدی کے پرچم سب لاشوں سے لپٹ کر نوحہ کناں
باطل کا بھیانک چہرہ بھی مردوں کی طرح مرجھانے لگا
اور بدر کی ساکت وادی پر اک شورِ قیامت چھانے لگا

مکّاروں کے مکّی لشکر کے ہاتھوں سے کمانیں چھوٹ گئیں
شیروں سی گرج خاموش ہوئی اور ان سے سنانیں چھوٹ گئیں
ابلیس نگاہیں نیچی کیے میدانِ جسارت سے بھاگا
مغرور سپہ سالاروں کی مٹّھی سے عنانیں چھوٹ گئیں

مغلوب سپاہِ شِرک سبھی، معتوب ستم کے حرفِ جلی
عشاقِ خدا کے نرغے میں بیداد گروں کے سینے شق
صحرا کا سکوت سرِ منبر تکبیر کے نغمے گانے لگا
اور بدر کی ساکت وادی پر اک شورِ قیامت چھانے لگا

خونریز لڑائی کا منظر سب دیکھنے والوں نے دیکھا
اعجاز علی کی عظمت کا مکّہ کے جیالوں نے دیکھا
شعلوں کی بھڑک، بجلی کی تڑک، مومن کی کڑک کا قہر و غضب
تلوار کے وار کا گہرا پن بوجہل کی ڈھالوں نے دیکھا

کہرام تمام گنواروں میں، دہشت کے علمبرداروں میں
قدرت کی طرف سے حکمت نے اس جنگ کی وہ صورت بدلی
ہر ایک پہلواں اور جواں میداں میں یہاں غش کھانے لگا
اور بدر کی ساکت وادی پر اک شورِ قیامت چھانے لگا

یہ دیکھ کے باطل کے حامی بوجہل کا سر چکرانے لگا
انجام کی آمد سے خائف کافر کا پسینہ آنے لگا
للکار اٹھا ، ہُنکار اٹھا ، اجگر کی طرح پھنکار اٹھا
پھر لڑنے لگا مانندِ بلا مستعد مدینہ والوں سے

غم اور ممات کے جنگل میں محصور خود اپنی چالوں سے
پھر مرنے لگے حق کے دشمن انصاف کے مہلک بھالوں سے
مکّی کی صفوں میں ماتم اور مدنی کی صفوں میں خیر و خوشی
بوجہل کا سر بھی کاٹ لیا مظلوم مسلماں جیت گئے

امن اور امانت کے عاشق، اصلاح کے خواہاں جیت گئے
قاہر پہ نزولِ قہر خدا سب صبر بداماں جیت گئے
پربت پہ کھڑے چرواہے نے بھیڑوں سے مخاطب ہو کے کہا
ہو عزمِ شہادت جس دل میں، ہر دل پہ حکومت اس کی ہے

اس فرش پہ دُنیا کی دولت، اُس عرش پہ جنت اس کی ہے
ہاں! دینِ نبی ﷺ کا لطف و کرم، برکات اور نعمت اس کی ہے
ملتا ہے شہادت کا رتبہ مومن کو جہاں میں اعلا تریں
اس قیدِ حیات سے آزادی، ہر دکھ سے نجات اور قریبِ نبی ﷺ

دراصل شہادت کا مطلب معراجِ حیات اور قربِ نبی ﷺ
کیا شان ہے اُس خوش بختی کی انسان کی ذات اور قربِ نبی ﷺ
وہ مردِ جری ، وہ شہرِ وفا ، تنویرِ یقین کامل ہے
جو شانِ شہادت سے اپنی اسلام کو روشن کرتا ہے

حق یہ کہ شہیدِ راہ نبی ﷺ ہر گام کو روشن کرتا ہے
اور اُس کے لہو کا ہر قطرہ احرام کو روشن کرتا ہے
انصار و مہاجر شکر بہ لب، دل حمد و عبادت کے خوگر
کفّار کے سینوں میں لیکن پھر آگ فساد کی جلنے لگی

بدلے کی تمنّا ہر دل میں پھر سانپ کی صورت پلنے لگی
پھر جنگ اور سازش کی آندھی دن رات مسلسل چلنے لگی
مجروح و شکستہ منکر سب میدانِ اُحد میں اترے پھر
انکار کے پرچم لہراتے، تیغ اور تفنگ اٹھائے ہوئے

شیروں کی طرح غرّائے ہوئے، بجلی کی طرح بل کھائے ہوئے
طیش اور تکبّر اوڑھے ہوئے اور گھوڑوں کو دوڑائے ہوئے
جذبوں کی فراوانی کے سبب اس بار منافق فوجوں نے
انجام سے بے پروا ہوکر مسلم کی صفوں پر وار کیا

شدّت سے نفاق اور نفرت کا جی بھر کے یہاں اظہار کیا
گمراہ ستیزہ کاروں نے ہر ظلم کی حد کو پار کیا
ایمان کے رکھوالوں کے مگر اصرارِ وفا کا کیا کہنا
سینوں میں شجاعت کے شعلے اور جامِ شہادت ہاتھوں میں

تکبیر کا نعرہ ہونٹوں پر، حرکات کی شدّت ہاتھوں میں
آنکھوں میں یقین وعزمِ نبیﷺ، جذبوں کی حرارت ہاتھوں میں
بس ایک تمنّا ہر دل میں، بس ایک دعا سب کے لب پر
توحید کی عظمت قائم ہو، اللہ کا اونچا نام رہے

دُنیا و زمیں کی وسعت میں سورج کی طرح اسلام رہے
اسلام کا فیضِ عام رہے، اسلام کا ہر پیغام رہے
پھر جامِ شہادت نوش کیا حمزہ نے بہ شانِ شیر خدا
میداں میں مسلماں ٹوٹ پڑے دشمن پہ قیامت کی صورت

وہ شور اٹھا سمتوں سمتوں سیلابِ عداوت کی صورت
معدوم منافق ہونے لگے مفرور روایت کی صورت
طوفان و تلاطم صدیوں کا اک تیغ کی دھار پہ یوں سمٹا
بڑھ چڑھ کے محاذ آرائی کو ہر ایک سپاہی دوڑ پڑا

جاں اپنی ہتھیلی پر رکھ کر حق و راست کا راہی دوڑ پڑا
اعجازِ رسالت کے حق میں دینے کو گواہی دوڑ پڑا
خونخوار سفیرانِ شر پر مضبوط ارادوں کے حملے
ہاں! صوف کی سیف زنی نے بھی معبود کے جھنڈے گاڑ دیئے

وہ تیر چلے ، وہ تیغ چلی ، سب آہنی سینے پھاڑ دئے
میدانِ اُحد سے دشمن کی قوت کے نشاں سب جھاڑ دئے
مقہور مسلماں قہر بنے ، قاہر کی کمر مضروب ہوئی
لیکن بہ رضائے ربِ زماں کفّار کے چہرے شاد ہوئے

یعنی کہ ذرا وقفے کے لیے اغیار کے چہرے شاد ہوئے
منحوس ابوسفیان کے سب اوزار کے چہرے شاد ہوئے
دراصل اِسی اک زک کے سبب اللہ کی حکمت عام ہوئی
سنسار میں اہلِ ایماں کو صدموں سے گزرنا پڑتا ہے

ایمان سے جینا ہوتا ہے ، ایمان پہ مرنا پڑتا ہے
ایماں کے لیے پیچھے ہٹ کر پھر جنگ بھی کرنا پڑتا ہے
میدان میں ایک سپاہی بھی گر اپنی جگہ سے ہٹ جائے
لشکر کو بھگتنا پڑتا ہے اس خامِ روی کا خمیازہ

بکھرا نہ کسی بھی حالت میں افواجِ نبیﷺ کا شیرازہ
مسلم کی رگوں میں بہتا رہا اک جوشِ جواں تازہ تازہ
مستعد مجاہد ہر لمحہ ایمان کی رسّی تھامے رہے
اخراجِ یہود مدینہ سے مومن کے عروج کا مظہر ہے

جنگ اور جہاد کا لمبا سفر تاریخ کا حصۂ اطہر ہے
آغوش میں جس کی پوشیدہ حکمت اور امن کا دفتر ہے
یہ جنگ و جہاد، یہ خون ریزی، یہ سخت مراحل راہوں کے
ان سب سے گزر کر انساں کی اقرار نوائی ہو ہی گئی

سرکارِ زماں کی حکمت سے پھر صلح و صفائی ہو ہی گئی
تیغ اور تفنگ کے شعلوں کی گرمی میں گراوٹ آنے لگی
سینوں سے سبھی کے امن بھرے ارمان کی آہٹ آنے لگی

عمرہ کے ارادے سے نکلا جب شمسِ شجاعت یثرب سے
صحرا کی رگوں میں دور تلک ایماں کی حرارت دوڑ گئی
بے کیف درختوں کی شاخیں احساسِ طرب سے جھوم اٹھیں
ہر جسم کو اطمینان ملا، ہر قلب میں راحت دوڑ گئی

کفّار کی شرطوں پر ہی سہی، اسلام کے ہاتھ بڑھے آگے
ہوش اور حواس کے ایواں میں تدبیر کی شمعیں جلنے لگیں
محبوس اندھیرے گوشوں تک وحدت کی رسائی ہو ہی گئی
سرکارِ زماں کی حکمت سے پھر صلح و صفائی ہو ہی گئی

پیغامِ صداقت ساتھ لیے ہر سمت ہوائیں جانے لگیں
پرہیز نے باطن پاک کیا بیمار نفس فرزانوں کا
سب تیرہ و تار مکانوں میں تبلیغ کے روشن دان کھلے
ایک ہونے لگا بے خوف و خطر عنوان سبھی افسانوں کا

غزوات کی گرد میں لپٹے ہوئے آکاش کا چہرہ صاف ہوا
ذہنوں سے ہٹائی جانے لگیں اوہام کی بھاری چٹّانیں
مظلوموں کی مکہ والوں کے حملوں سے رہائی ہو ہی گئی
سرکارِ زماں کی حکمت سے پھر صلح و صفائی ہو ہی گئی

حالات موافق ہوتے ہی اسلام کی قوت اور بڑھی
سب تخت نشیں سلطانوں کو پیغام گئے، مکتوب گئے
جو واحد خالق و مالک ہے صرف اس کی عبادت کی جائے
اکثر نے قبول کیا لیکن کچھ بحرِ غضب میں ڈوب گئے

قرآن لگائے سینے سے، تلوار اٹھائے ہاتھوں میں
اصحابِ کرام نے روز و شب وہ کارِ نبیﷺ انجام دیا
پسماندہ، غریب اور بے رتبہ لوگوں کی بھلائی ہو ہی گئی
سرکارِ زماں کی حکمت سے پھر صلح و صفائی ہو ہی گئی

پھر یہ کہ یہودی فتنوں سے گھمسان لڑائی ہو ہی گئی
مجبور کی آہیں تیغ بنیں اور مکر کشائی ہو ہی گئی
مکاّر، منافق، کفر زدہ، معیوب یہودی مار صفت
محفوظ سمجھ کر عیش میں گم مضبوط حصاروں میں خود کو

ہر وقت رکھا دولت کے لیے غیروں کی قطاروں میں خود کو
مغرور ستم رانوں کی طرح بے داد شعاروں میں خود کو
حد یہ کہ مفاد پرستی میں یہ دین اور دُنیا بھول گئے
ہر کوئے ملامت سے گزرے، تذلیل سہی اور خوار ہوئے

اسلام مخالف، وعدہ شکن معتوب یہی بدکار ہوئے
زندان و جہنم کے ہر دم یہ لوگ ہی تو حقدار ہوئے
چاہا کہ بجھا دیں شمع حرم اور توڑ دیں حق کی میناریں
بدخواہ کمیں گاہوں سے چلے تخریبِ جناں کا عزم لیے

مستعد ملے مسلم لیکن صحرا میں اذاں کا عزم لیے
طوفانِ بلا سے بے پروا مامونِ جہاں کا عزم لیے
ارشاد نبیﷺ کا ہوتے ہی تلوار علی کی برق بنی
خیبر کے قلعے مسمار ہوئے، مضبوط گھرانے ٹوٹ گئے

وہ چوٹ پڑی گھر چھوٹ گئے، تانے اور بانے ٹوٹ گئے
ناپاک یہودی خیموں کے سب خواب سہانے ٹوٹ گئے
جمہور کے آگے ٹک نہ سکا مغرور نظامِ سرمایہ
اعلا اقدارِ حقیقت سے لفظوں کی سیاست ہار گئی

تحریک رسالت کے آگے محتاط عداوت ہار گئی
انساں کی محبت جیت گئی، شیطان کی نفرت ہار گئی
افلاس زدہ اِک بوڑھے نے یوں بھیڑ اور بکری کو دیکھا
فردا کے سنہرے دن جیسے بچّے کی نگاہوں میں ناچیں

گردوں سے اتر کر سیّارے تحقیق کی راہوں میں ناچیں
سب ہوش و خرد کے شیدائی آزاد پناہوں میں ناچیں

نصرت

''لولاک'' کا آخری دلکش حصّہ ''نصرت'' ہے جو ایک سو بارہ (112) اشعار پر پھیلا ہوا ہے۔ شاعر یہ بتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی برکت سے توحید کا پیغام جو ''حرا'' کے غار سے بلند ہوا تھا اب اس کی گونج سمندروں پار سنائی دینے لگی تھی۔ اگر ایک طرف غزوات کی مہمیں جاری تھیں، تو دوسری طرح تبلیغ کی اذانیں دلوں کو بیدار کر رہی تھیں۔

حرا کے غار سے اُٹھ کر سمندر پار میں گونجی
صدا توحید کی سارے عرب سنسار میں گونجی
مسلسل آزمائش اور اذیت ناک لمحے بھی

حق و انصاف اور روئے وفا پر روز منڈلائے
سحر تا شام خون ریزی، مسا تا صبح شب خونی
کٹھن حالات لیکن اہلِ ایماں کا سفر جاری
کبھی بچنے کی کوشش اور کبھی حملے کی تیاری
اسی کے ساتھ علم و دین کی تبلیغ و بیداری

خیاؔل نے علاّمہ اقباؔل کے معروف مصرعے سے ''دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم'' کو اپنے مصرعوں میں قرآن کی تحریک سے پیش کر کے دُنیا کو نئے انسان کی نوید دی اور اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کی فتح اور ابوسفیان کی شکست و

خاموشی کا ذکر یوں کیا ہے۔

وہ دانائے سُبل لیکن بفیض و حکمِ ربّانی
اکھاڑے باب خیبر کے، مٹا دی ہستیِ باطل

وہی ختم الرسُل جس نے دیا قرآن دُنیا کو
ملا تحریک سے جس کی نیا انسان دُنیا کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم بخش کا دریا ہیں یہاں انتقام نہیں بلکہ معفیت کا حوصلہ ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم دنیا کے فاتحوں سے بالکل مختلف ہیں جہاں فتح کے بعد قتل وخون سے جشن منایا جاتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمان کے حبیب اور خود رحمتِ عالمین ہیں چناں چہ جب!

صدائے لاالٰہ و حق حرم کے بام پر گونجی
ہوائیں امن کا پیغام لے کر دور تک پہنچیں

دمک اٹھّا الٰہی نور کی صادق شعاؤں سے
خدا کا شہر مکہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن پیارا

کہا پھر آپ نے موجود سارے ہم نواؤں سے
کسی کو بھی نہیں ہے اب اجازت خوں بہانے کی

شاعر نظم میں کیفیت اور نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے واقعات بھی حسب ضرورت بیان کرتا جاتا ہے جو ایک تاریخی حقیقت اور بہت اہم روداد بھی ہے، جسے لوگوں نے دیکھا اور بے ساختہ ایمان لے آئے۔

ذیل کے مصرعوں میں صداقت کے ساتھ ساتھ جذبات کی شدّت اور بیان کی لطافت دیکھئے۔ ہم یہاں صرف مصرعوں کو جوڑ کر پیش کررہے ہیں کیوں کہ ہر

مصرعہ خود معنی کا دفتر ہے۔

مچی بھگدڑ خرد ناآشنا جھوٹے خداؤں میں
پُجاری اور اُن کے بے سر و پا دیوتاؤں میں
بُتانِ کج کلاہ و حکمرانِ حال و مستقبل
گرے سب منھ کے بل شاہنشہہِ وحدت کے قدموں میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح یعنی اختتامِ شورش و سازش
مکمل انقلابِ زندگی، آزادیٔ دانش
نمو اُجلے تمدن کی کہ جس کی گود میں پل کر
بشر نے پیار اور ایثار سے دُنیا بدل ڈالی

چندر بھان نے ''لولاک'' کی تمام نظم میں جگہ جگہ یہ التزام بھی کیا ہے کہ کسی اہم فقرے کی تکرار سے گونا گوں مطالب کا گلشن سجا دیا ہے۔ جیسے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح سے منسلک کئی مضامین کا گلدستہ پیش کیا ہے۔

ع : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح یعنی کامیابی جہدِ ہستی کی
ع : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح یعنی فتح رب کی بدشعاروں پر
ع : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح نے اللہ کا مقصد کیا پورا

فتح مکہ کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجر اور انصار کو ایک ہی رتبے کے افراد قرار دے کر مساوات، یک جہتی اور حقوق انسانی کا پرچار کیا اور یہی وہ قوت تھی کہ

سمٹ آئے سبھی انسان اک مضبوط پائے میں
اسی تنظیم کی طاقت نے اپنی شان دکھلائی
غرورِ شام و ہیبت خیز رومی بادشاہت کو

اس حصّے کے آخر میں خیالؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کے آخری حج کے خطبے کا کئی اشعار میں طولانی ذکر کیا ہے۔ یہاں شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں، شریعت کی

پاسداری حقوق اللہ اور حق العباد، حقوق انسانی، عورتیں کے حقوق اور قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا کی ہدایت بہت سلیقے سے لکھّی ہے۔

یہ قرآں روشنی ہے راہ میں انسان کی، سن لو
اسی قرآن میں موجود حل سارے مسائل کا

نہ بھٹکو گے اگر پکڑے رہو مضبوط ہاتھوں سے
کلام اللہ کا یعنی یہ قرآں چھوڑ جاتا ہوں

امانت میں تمہاری ایک نصب العین ہے عورت
خدا اور آدمی کی سوچ کے مابین ہے عورت

اسے مجبور مت کرنا، اسے محبوب رکھنا تم
تمہاری خواب گاہوں اور گھر کا چین ہے عورت

شاعر نے خطبے کے اہم نکات سلیس طریقے سے بیان کر کے اخلاقی اجتماعی اور آزاد زندگی کی نوید سنائی ہے کہ اسلام کا اصل مقصد عزتِ نفس اور آسان طور و طریقے سے زندگی بسر کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جزا اور سزا کا حساب کتاب ہوگا۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ﷺ اور قرآن کے بعد کوئی الہامی کتاب نہیں آئے گی۔ ہم چند اشعار پر اس حصّے کی گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔

کہ میرے بعد وحدت کی روایت کے امیں تم ہو
جہاں میں دین کے اور میری اُمت کے امیں تم ہو

قیامت آئے گی اک دن حسابِ زندگی ہوگا
عمل کا لمحہ لمحہ تم گنو گے اور گناؤ گے

مری سنّت کا مقصد آگہی کی رہنمائی اور
تمہاری زندگی کی راہ کو آساں بنانا ہے

نبیﷺ کوئی نہ میرے بعد اب آئے گا دُنیا میں
بڑھے جانا کتاب اور میری سنت کے سہارے تم

جدھر اللہ کی مرضی قدم اپنا اُدھر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

چھ

نصرت

حرا کے غار سے اُٹھ کر سمندر پار میں گونجی
صدا توحید کی سارے عرب سنسار میں گونجی
مسلسل آزمائش اور اذیت ناک لمحے بھی
کبھی ثابت قدم راہی کو پسپا کر نہیں پائے

ہزاروں حادثوں اور سازشوں کے بدگماں سائے
حق و انصاف اور روئے وفا پر روز منڈلائے
سحر تا شام خون ریزی، مسا تا صبح شب خونی
کٹھن حالات لیکن اہلِ ایماں کا سفر جاری

کبھی بچنے کی کوشش اور کبھی حملے کی تیاری
اسی کے ساتھ علم و دین کی تبلیغ و بیداری
ہمیشہ دور سے پتھر دکھاتا قلبِ صادق کو
خطا کے دوش پر خاموش بیٹھا مضطرب طوفاں

جدھر دیکھو اُدھر بکھرے ہوئے مانندِ بدعنواں
خدا کی رحمت و برکت کو جھٹلانے کے سب ساماں
سرِ کہسار سنگینی ، سرِ صحرا ستم کوشی
کسی کو فکر فردا کی نہ موجودات کی پروا

نہ قوموں کے مریضانہ بُرے حالات کی پروا
نہ اقدارِ حیات و مجلسِ جذبات کی پروا
جہالت کے حصارِ آتشیں میں سانپ کی صورت
سمٹ کر آدمی کا کام ہر دم زہر افشانی

وہ دانائے سُبل لیکن بفیض و حکمِ ربّانی
بڑھا منزل کی جانب صورتِ رفتارِ طوفانی
اکھاڑے باب خیبر کے، مٹا دی ہستئ باطل
وہی ختم الرسُل جس نے دیا قرآن دُنیا کو

ملا تحریک سے جس کی نیا انسان دُنیا کو
خدائے غیب کو دُنیا ، خدا کی شان دُنیا کو
حقیقت آشنا آنکھیں اُٹھیں جب جانبِ مکہ
ندامت کی شکن سے بھر گئے پیماں شکن چہرے

اُبھر آئے رخِ شیطاں پہ وحشت کے نشاں گہرے
عداوت کے سفیروں پر لگائے عشق نے پہرے
اُٹھے لشکر ، بڑھے لشکر ، غبار و گرد میں خوشبو
پھریروں کی فلک بوسی نے چھیڑا سازِ روحانی

نہ منظر کوئی اَن دیکھا نہ کوئی راہ اَن جانی
مگر منزل بہ منزل ہر نظارہ نقشِ لاثانی
اچانک سرحدِ مکہ پہ ہلچل جیشِ مسلم کی
جسے دیکھا تو ہر کافر کے گھر میں شور ہنگامی

چھپائے چھپ نہ پائی چہرے چہرے کی سیہ فامی
ابوسفیان نے تسلیم کرلی ساری ناکامی
اماں مانگی محمد ﷺ سے چھپا پھر جاکے حجرے میں
لبِ خاموش پر اُس کے صدا اللہ اکبر کی

سمٹ آئی سیاہی شہرِ مکہ میں جہاں بھر کی
قریشی سرنگوں ، نادم کہ جیسے لاش وشدھر کی
گھروں میں قید سب فتنے ، گلی کوچوں میں سناٹا
فلک کی رہ گزاروں پر نظارے شادمانی کے

شکستہ آہنی دعوے ، بُتوں کی پاسبانی کے
ہوا میں کھو گئے قصّے شکوہ و لن ترانی کے
صفا کی سرحدیں شاہد کہ شرک و شر کی بستی میں
مچا کہرام سب کے سر پہ غالب موت کے سائے

کئی تو بے یقینی اور بے حالی سے گھبرائے
نبی ﷺ کے دین پر بے ساختہ ایمان لے آئے
مقابل دور تک ساکت مناظر اور خاموشی
نبی ﷺ کی فتح کا ڈنکا بجا ساری دشاؤں میں

مچی بھگدڑ خرد ناآشنا جھوٹے خداؤں میں
پُجاری اور اُن کے بے سر و پا دیوتاؤں میں
بُتانِ کج کلاہ و حکمرانِ حال و مستقبل
گرے سب منھ کے بل شاہنشہِ وحدت کے قدموں میں

غرور و کبر کے دعوے سبھی حضرت کے قدموں میں
تفاوت سب رسول اللہ کی عظمت کے قدموں میں
صدائے لاالٰہ و حق حرم کے بام پر گونجی
براہیمی نظر کی روشنی لوٹ آئی مکہ میں

طہارت ، شان اور شائستگی لوٹ آئی مکہ میں
ضلالت چھوڑ کر پھر زندگی لوٹ آئی مکہ میں
فضا میں کاٹھ کی مادہ کبوتر ٹوٹ کر بکھری
ہوائیں امن کا پیغام لے کر دور تک پہنچیں

یقیناً پرچمِ اسلام لے کر دور تک پہنچیں
سنہرا کل سبھی کے نام لے کر دور تک پہنچیں
خدا کا شہر مکہ اور محمد ﷺ کا وطن پیارا
دمک اٹھّا الٰہی نور کی صادق شعاؤں سے

کہا پھر آپ نے موجود سارے ہم نواؤں سے
سبھی اللہ والوں ، آخرت کے آشناؤں سے
شجر کوئی نہ کاٹا جائے اب سے شہرِ مکہ میں
کسی کو بھی نہیں ہے اب اجازت خوں بہانے کی

نبی ﷺ کی فتح یعنی فتح وحشت پر سیانے کی
شکستِ فاش وحشت آفریں ظالم زمانے کی
شکست اُس فکر کی جس کی قیادت میں قبیلوں نے
کبھی اُجلی گزر گاہوں کا سپنا تک نہیں دیکھا

کسی تہذیب انسانی کا چہرہ تک نہیں دیکھا
بشر کی خوش ادا سیرت کا سایا تک نہیں دیکھا
نہ دیکھا آدمی کی ذات میں پنہاں حقیقت کو
جنوں کے جنگلوں میں کھو چکے غفلت شعاروں نے

نہ پائی جرأتِ اظہارِ حق نفرت کے ماروں نے
منافق ، منتشر ، معتوب ، مہلک ، بے قراروں نے
عداوت کیش مخلوقات جن کی بدحواسی سے
روایت جلوتوں میں ناچتی ظلمت پرستی کی

نبی ﷺ کی فتح یعنی کامیابی جہدِ ہستی کی
شکستِ فاش قوّت مند اک مغرور بستی کی
شکست اُن دُشمنِ تعمیر تخریبی عناصر کی
کہ جن کی حکمرانی کا اندھیرا دشتِ معذوری

عناصر جن کے سائے میں ہمیشہ یاس و مجبوری
نہ امکاناتِ علم و فن نہ محسوساتِ جمہوری
لطافت پتھروں کی بھیڑ میں کھوئی ہوئی ہر دم
فروغ و ارتقاء کی منتظر پتھرائی آنکھوں سے

معیشت حال اپنا دیکھتی بھر آئی آنکھوں سے
کہ جیسے چھین لی ہو وقت نے بینائی آنکھوں سے
برہنہ جسم و بے پردہ نظاروں کو نہ دے پائی
لباسِ لفظ و معنی آدمی کی بد نظر خواہش

نبی ﷺ کی فتح یعنی اختتامِ شورش و سازش
مکمل انقلابِ زندگی ، آزادیٔ دانش
نمو اُجلے تمدن کی کہ جس کی گود میں پل کر
بشر نے پیار اور ایثار سے دُنیا بدل ڈالی

نئے اطوار اور معیار سے دُنیا بدل ڈالی
غضب کی قوتِ اظہار سے دُنیا بدل ڈالی
نئی دُنیا ، نیا انساں ، نئی نظریں ، نئے منظر
پرانے راستوں پر سبز تازہ گھاس اُگ آئی

سبھی اقوام کی جانب سے جدّت کی پذیرائی
بشر نے اجتماعی زندگی پر دسترس پائی
ملی وہ زندگی ، وہ راہ جینے کی معاشر کو
بصیرت ناک ہر لمحہ کئی ادوار کا محسن

نبی ﷺ کی فتح یعنی دعوتِ تبدیلیٔ باطن
اندھیروں کی غلاظت سے پرے اُجلے سہانے دن
دلوں میں کینہ سازی کی جگہ اخلاص و حق طلبی
بھٹکتی روح کو روشن ٹھکانا پارسائی کا

نفس میں تیرتی ناگن پہ غلبہ مومنائی کا
رگوں میں دوڑتی عجلت پہ قابو پیشوائی کا
مسلسل گونجتی آواز احساسِ صداقت کی
بشر کی ذات کے اندر مہکتی کائناتوں میں

نہ کوئی سوچ بے چہرہ نہ تلخی کوئی باتوں میں
نہیں مصروف کوئی بھی کسی کے ساتھ گھاتوں میں
عبادت کی سہانی چھاؤں کی آغوش میں رہ کر
رواں ہر وقت ہر انساں عمل کی رہ گزاروں پر

نبی ﷺ کی فتح یعنی فتح رب کی بدشعاروں پر
سبھی جھوٹے خداؤں اور شیطانی شراروں پر
یقیناً فتح حکمت کی، عمل اور دعوتِ دیں کی
مسلسل آزمائش کی ، عزائم کی ، عزیمت کی

یہ نصرت اصل میں درجہ بہ درجہ حکمِ قدرت کی
جہاں میں جلوہ گر لمحہ بہ لمحہ ہر حقیقت کی
مدد کرنے کی خاطر آگے بڑھنے والی اُمّت کی
عداوت پر محبت کی ، محبت کرنے والوں کی

حق و انصاف کی خاطر جسارت کرنے والوں کی
اخوت کے لیے بے لوث خدمت کرنے والوں کی
نبی ﷺ کی فتح نے اللہ کا مقصد کیا پورا
زمیں تا آسماں اسلام کی آواز کا غلبہ

عرب میں چار سو کونین کے ہمراز کا غلبہ
شریعت کے مقدّس دور کے آغاز کا غلبہ
کھڑے ہوکر سرِ منبر رسول اللہ نے دیکھا
سزا کے منتظر گردن جھکائے مشرکیں سارے

وہی سورج سروں پر اور گردش میں وہی تارے
وہی دھرتی ، وہی اقوامِ عالم اور نظارے
مگر اب ریگزارِ زیست کی تاریک وسعت میں
فلاح و ارتقا کا چشمۂ ضو بار نغمہ خواں

فقط مسلم جماعت ہی نہیں اغیار نغمہ خواں
معافی جب ملی سب کو تو ہر کردار نغمہ خواں
نبی ﷺ نے فاتح و مفتوح کی فطرت بدل ڈالی
نظامِ جاہلی کے سورماؤں کو اماں دے کر

سبھی محکوم و بے آواز حلقوں کو زباں دے کر
زباں کو نرم گفتاری کا درسِ جاوداں دے کر
کیا آزاد اور آباد مجرم اہل مکہ کو
قبائل سب رہِ توحید پر پھر دوڑ کر آئے

جہالت میں گزاری زندگی پر لوگ پچھتائے
نقوشِ اشتراک و نظم ذہنوں میں اُبھر آئے
منوّر خانۂ کعبہ ، مسلماں وادئ مکہ
مدینہ جائیں گے واپس ہوا اعلان سرکاری

شک و شبہات اور تشویش میں مغروق انصاری
کہ جن پر فتح کے مقسوم کی پرچھائیاں بھاری
محمد ﷺ کی رفاقت کا یقیں پاکر تھرک اُٹھّے
قیادت کی سنہری دھوپ کے شاداب سائے میں

نہیں اب امتیاز و فرق اپنے اور پرائے میں
سمٹ آئے سبھی انسان اک مضبوط پائے میں
اسی تنظیم کی طاقت نے اپنی شان دکھلائی
غرورِ شام و ہیبت خیز رومی بادشاہت کو

یہ طاقت جس نے وسعت دی تفکّر کی تمازت کو
بشر کی باطنی آنچ اور روحانی حرارت کو
یہی طاقت بنی جب پیشوا تحریکِ وحدت کی
زمیں کا گوشہ گوشہ ہوگیا روشن حقیقت سے

ملی راحت ذرا سرکار کو جنگ اور آفت سے
عدو کی سازشوں سے اور اپنوں کی عداوت سے
سکوں کا سال یہ ہجرت کے نو برسوں کے بعد آیا
نبی ﷺ پھر آئے مکّہ میں کیا حج مطمئن ہوکر

مسلمانوں کی بھاری بھیڑ کا اک دلنشیں منظر
ہمہ تن گوش ہر مسلم ، مخاطب آپ منبر پر
خدا نے اپنا وعدہ آج پورا کردیا دیکھو
اسے تم بھول مت جانا ، یہ احساں سر پہ دھر رکھنا

مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا
کہ میرے بعد وحدت کی روایت کے امیں تم ہو
جہاں میں دین کے اور میری اُمت کے امیں تم ہو

نہیں کوئی شریک اللہ کا معبود وہ یکتا
ہماری زندگی اور جہد کا مقصود وہ یکتا
وہی خالق، وہی مالک بنایا خاک سے انساں
حدوں میں قید ہیں سب اور لامحدود وہ یکتا

وہی ہے قادرِ مطلق ، وہی قائم ، وہی دائم
وہی آغازِ دُنیا ہے ، وہی انجام دُنیا کا
کبھی بھی اپنے رب سے تم نہ خود کو بے خبر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

سنو! اب بھول کر بھی کافرانہ کام مت کرنا
خلافِ حکمِ رب العالمیں اقدام مت کرنا
ابھی شیطان ہے مایوس لیکن ہوش لازم ہے
کسی غفلت سے تم اسلام کو بدنام مت کرنا

رہو گے دین کے پابند دُنیا میں تو دیکھو گے
ریا کاری، فریب و مکر سے تم دور ہو کوسوں
جہاں میں صرف راہِ راست پر جاری سفر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

مسلماں یعنی مومن سب کے سب ہیں بھائی آپس میں
عرب ہو یا عجم کوئی نہیں ہے پیش یا پس میں
جسے تقویٰ کی دولت مل گئی وہ برتر و اعلا
وگرنہ سب برابر ہیں جہانِ شاہ و بے کس میں

سبھی اولادِ آدم ہیں، سبھی کا حق بھی یکساں ہے
کِسی بھائی سے اس کا مال جبراً چھین مت لینا
کُشادہ دامنِ دل، صاف اور ستھری نظر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

اگر راہِ صداقت کو ذرا بھی بھول جاؤ گے
کسی صورت سزا کی سختیوں سے بچ نہ پاؤ گے
قیامت آئے گی اک دن حسابِ زندگی ہوگا
عمل کا لمحہ لمحہ تم گنو گے اور گناؤ گے

نہ گمراہی کی زد میں آکے حق سے دور ہو جانا
نہ باہم قتل و خوں کی وارداتوں میں اُلجھنا تم
صداقت کا اُجالا ساتھ اپنے عمر بھر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

غلاموں یعنی اپنے خادموں سے پیار کرنا تم
ہمیشہ بھائی جیسے اُنس کا اظہار کرنا تم
کبھی احسان اُن کو کمتری کا ہونے مت دینا
سلوکِ سخت سے اپنے نہ ان کو خوار کرنا تم

وہی پہناؤ ان کو بھی جسے تم لوگ خود پہنو
وہی کھانا انھیں دینا جسے تم لوگ خود کھاؤ
محبت کے شجر کا نیک سایہ سر بہ سر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

امانت میں تمہاری ایک نصب العین ہے عورت
خدا اور آدمی کی سوچ کے مابین ہے عورت
اسے مجبور مت کرنا ، اسے محبوب رکھنا تم
تمہاری خواب گاہوں اور گھر کا چین ہے عورت

ہمیشہ پیش آنا خوش دلی اور خوش کلامی سے
حقوق اللہ نے اس کے بھی تم پر کردیے واجب
تم اس کی غیر پروائی پہ سختی سے نظر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

تمہارے درمیاں میں اصل ایماں چھوڑ جاتا ہوں
سکوں اور امن کا بھرپور امکاں چھوڑ جاتا ہوں
نہ بھٹکو گے اگر پکڑے رہو مضبوط ہاتھوں سے
کلام اللہ کا یعنی یہ قرآں چھوڑ جاتا ہوں

یہ قرآں روشنی ہے راہ میں انسان کی ، سن لو
اسی قرآن میں موجود حل سارے مسائل کا
کلامِ پاک کو ہر حال میں تم معتبر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

میں انساں ہوں مجھے بھی ایک دن دُنیا سے جانا ہے
خدا سے وصل ہی انسان کا اصلی ٹھکانا ہے
مری سنّت کا مقصد آگہی کی رہنمائی اور
تمہاری زندگی کی راہ کو آساں بنانا ہے

نبی ﷺ کوئی نہ میرے بعد اب آئے گا دُنیا میں
بڑھے جانا کتاب اور میری سنت کے سہارے تم
جدھر اللہ کی مرضی قدم اپنا اُدھر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

خیال انصار کا رکھنا یہی کہتا ہوں آخر میں
خلاف ان کے نہ کوئی بات جا پائے مہاجر میں
کبھی بھی منھ نہیں موڑا فرائض اور تعاون سے
سعی ان کی بھی شامل ہے سبھی مسلم عناصر میں

قصور ان سے اگر ہو جائے پھر بھی دور مت کرنا
بھلے کاموں پہ ان کی نیک نامی بھی ضروری ہے
یہ انصاری ہمارے بھائی ہیں ان کی خبر رکھنا
مری ہر بات کو تم لوگ دل سے باندھ کر رکھنا

مسلمانو! ہمیشہ خود کو ذی علم و ہنر رکھنا
خدا کا نام اور اسلام کی اُمّت اَمر رکھنا

ڈاکٹر تقی عابدی کی یہ کتاب چہار سمتی مکاشفہ ہے۔ غیر مسلم شعرا کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی و آفاقی ہستی کا اعتراف، صنف نعت میں ہیئت اور اسلوب کی بوقلمونیاں، جدید نعتیہ نظم کا فروغ اور نعتیہ ادب کے طالب علم کی تعلیم و تفہیم، اس کے بنیادی رموز ہیں۔ چندر بھان خیال کی طویل نظم ''لولاک'' داخلی طور پر جو فنی تنوع رکھتی ہے اس کی بنیاد صرف شاعر کی خارجی معلومات پر نہیں بلکہ وہ کچھ اور ہی قوت ہے جس نے شاعر کو تاریخ انسانی کے جذب کردہ فیوضِ رسالت سے آگہی بخشی ہے۔ جذبہ و معنی کی اس آبجو کا بہاؤ کئی زمانوں تک ہے۔ ڈاکٹر تقی عابدی نے باغ و راغ کے سب خم و پیچ سلجھا کر بہاؤ کو ہموار کر دیا ہے۔ اب یہ حقیقت زیادہ سے زیادہ ذہنوں تک پہنچ سکے گی کہ نعت کا آفاقی موضوع کس طرح رفتہ و موجود سے زبان و خیال کے ایسے سرچشمے دریافت کرتا ہے جو رنگ، نسل، خطے اور مذہب سے ماورا ہیں۔

صبیح رحمانی

ISBN:978-627-7895-03-7